حضرت سیدہ رابعہ بصری رضی اللہ عنہا کی حالات زندگی پر خوبصورت کتاب

سیرت طیبہ

حضرت سیدہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا

مصنف: ڈاکٹر ظہور الحسن شارب

ناشر اکبر بک سیلرز لاہور

سیرت

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا

مصنف: ڈاکٹر ظہور الحسن شارب

اضافہ: علامہ شمس الدین چشتی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

نام کتاب	--------	سیرت حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا
مؤلفین	--------	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب علامہ شمس الدین چشتی
اشاعت	--------	۲۰۰۵ء
کمپوزنگ	--------	مظہر حسین
تعداد	--------	ایک ہزار
ناشر	--------	اکبر بک سیلرز لاہور
قیمت	--------	120/- روپے

انتساب

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ

کی بارگاہ میں

یہ چند اوراق بصد عجز و نیاز پیش کرتا ہوں

"گر قبول اُفتد زہے عزو شرف"

ظہور الحسن شارب

شرابِ بیخودی

نے منم ہشیار و نے دیوانہ ام
از شراب بے خودی مستانہ ام

من ندانم این و آنِ دوسرا
محو دیدارِ رُخِ جانانہ ام

سوز من شد شمعِ راہِ عاشقی
فیضیابِ ہمت پروانہ ام

تاجِ شاہی را بینارم در نظر
خاکِ پائے ساقی میخانہ ام

صحن گلزار جناں درکارِ نیست
از نگاہِ مستِ او مستانہ ام

مستی من مست ساز و دوجہاں
از نگاہ مست اومستانہ ام

یادِ من باقیست اندر میکدہ
یادگارِ ساقیِ میخانہ ام

کیف و مستی می چکداز چشم من
جانِ جامِ محفل رندانہ ام

زندہ باد اے ساقیِ شارب نواز
بردرت نعرہ کشِ رندانہ ام

فہرست مضامین

آغازِ سخن

یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے حضرت رابعہ عدویہ بصری رحمۃ اللہ علیہا پر ہے۔ حضرت کی شخصیت میں ایسی جاذبیت اور کشش ہے کہ کوئی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ ''دل بیار و دست بکار'' کا مصداق تھیں۔ ہر ملت و مذہب کے اہل بصر و بصیرت کا آپ کی بزرگی و عظمت پر اتفاق ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ آپ کی گراں مایہ ہستی ایک مینارہ ء روشنی کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے تصوف میں ایک نئے مکتبِ خیال کی بنیاد ڈالی۔ خوف و حزن کے بجائے عشق و محبت پر زور دیا۔ آپ نے بتایا کہ عبادت تجارت نہیں ہے۔ عبادت کا مقصد خداوند تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ جو عبادت کسی لالچ یا خوف سے کی جائے وہ عبادت نہیں محض تجارت ہے۔ ایسی عبادت خود کو دھوکا دینا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا ترک و تجرید میں یگانہ ء رزگار تھیں۔ تسلیم و رضا میں اپنی مثال آپ تھیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہا کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہا کا نام نامی اسم گرامی صدیاں گزرنے کے بعد بھی آپ کے عشق الٰہی' آپ کی شخصیت کے نقش و نگار' آپ کے راضی برضا کے نظریئے آپ کے معنوی اثرات اور

باطنی تصرفات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اس کتاب میں میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہا کی زندگی کے حالات طیبات' تعلیمات کے مضمرات اشارات کے متعلقات' ہدایات' عادات و خصائل' روحانی جذبات' عشق الٰہی کی کیفیات اور موزوں نکات اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ کتاب حضرت رحمۃ اللہ علیہا سے میری عقیدت کی آئینہ دار ہے۔ زہے نصیب اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہا میری یہ ادنیٰ خدمت قبول فرمائیں اور مجھے اپنے فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض فرمائیں

ظہور الحسن شارب

شارب انسٹیٹیوٹ آف اسلامک لٹریچر

''شارب ہاؤس'' جھالرہ' اجمیر شریف

باب ۱

اسلامی تصوف کے نقوش

تصوف عربی زبان کا ایک جامع اور پسندیدہ لفظ ہے' جس کا چار دانگ میں شہرہ ہے اور جس کا ہر ملک میں چرچا ہے۔

دوسری صدی ہجری میں عرب سے تصوف کی روشنی نمودار ہوئی دیکھتے ہی دیکھتے یہ روشنی دور دراز ممالک میں پھیل گئی جو اس کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ اس روشنی نے سراسیمہ اور پریشان انسان کو ذہنی' اخلاقی اور روحانی تاریکی سے نجات پانے میں ایک نئی راہ' ایک نئے نظریہء حیات اور ایک نئی فکر کی طرف اشارہ کیا۔

اس روشنی میں جو چلے وہ صوفی کہلائے۔

تصوف کی بنیاد عشق و محبت پر ہے۔ عشق و محبت انسان کے خمیر میں داخل ہیں قرآن شریف میں ہے کہ جب خدا نے اپنی امانت آسمان و زمین کو سونپنا چاہی تو انہوں نے انکار کیا' لیکن انسان نے اس امانت کو بخوشی و خاطر قبول کیا' صوفیاء کے نزدیک اس امانت سے مراد عشق ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں۔

زندگی کے دو پہلو ہیں ایک اندرونی اور ایک بیرونی یا یوں کہا جائے کہ ظاہری اور باطنی۔ تصوف' اندرونی یا باطنی زندگی پر زور دیتا ہے' انسان کی اندرونی زندگی کا عکس اس کی بیرونی یا ظاہری زندگی پر پڑتا ہے۔ انسان کے جیسے خیالات ہوں گے ویسے ہی اس کے کردار ہوں گے اور جیسے کردار ہوں گے وہی اس کی زندگی ہو گی۔ خیالات کی صفائی

کے بغیر زندگی صفائی اور ترنم سے یک سر محروم رہے گی' افکار و خیالات کی تربیت اعمال و اشغال کو پسندیدہ بنانے کے لئے ضروری ہے۔

تصوف عشق کی دولت اور اخلاص کی برکت عطا کرتا ہے۔ خدا کی رضا و رحمت محبت خشیت' یقین و توکل اور احسان و اخلاص کی لطافت سے آشنا کراتا ہے۔ اصلاحِ اعمال و عادات پر زور دیتا ہے۔ روحانی و قلبی صفات و کیفیات کی اصلاح کرتا ہے۔ قلب کو سکون و اطمینان بخشتا ہے' اور دل و دماغ کو افکار سے نجات دلاتا ہے۔ نئی صفات و کیفیات سے آراستہ ہو کر طالب اک نئی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔

یہ صفات و کیفیات کسی خدا رسیدہ بزرگ کی صحبت و خدمت' رفاقت' تربیت اور توجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالِ طاعت بے ریا

یعنی اولیاء کی مختصر صحبت سو سال کی بے ریا طاعت سے بہتر ہے۔

وہ بزرگ چاہے پیر کہلائے' پیرِ مے فروشاں کہلائے یا پیر مغاں کہلائے یا شیخ یا مرشد کہلائے یہ سب نام اس بات کے ضامن ہیں کہ وہ رہنما' رہبر' راہ بین' اور راہ داں ہے اس کی صحبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔ (نفحات الانس)

قال را بگزار و مردے حال شو
پیش مردے کاملے پامال شو

تصوف کے ہر لفظ سے ایک صفت کا اظہار ہوتا ہے۔

ت سے توبہ مراد ہے۔

ص سے صدق مراد ہے۔

و سے وجد مراد ہے۔

اور ف سے فنا مراد ہے۔

• تصوف اصل میں

"قرار با حق و فرار از خلق" یعنی حق کے ساتھ قرار اور مخلوق سے فرار ہے۔ ابو اسحاق ابراہیم بن شہر یار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے دریافت کیا کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔

"تصوف دعوؤں کو ترک کرنے اور معانی کو مخفی رکھنے کو کہتے ہیں۔

(نفحات الانس ۱۲ منہ)

حضرت معروف کرخی نے تصوف کی تعریف اس طرح کی کہ:

"اس چیز سے بے پرواہ ہونا جو دست خلائق میں ہے۔ (احیاء العلوم ۱۲ منہ)

صوفی

جن لوگوں نے لباس صوف پہننا شروع کیے وہ صوفی کہلائے۔ سب سے پہلے شخص جو صوفی کے لقب سے مشہور ہوئے وہ ابو ہاشم تھے۔ لفظ صوفی میں

ص سے صبر یا صدق مراد ہے۔

و سے وجد مراد ہے۔

ف سے فقر یا فنا مراد ہے۔

اور ی سے یقین مراد ہے۔

حضرت عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ:

"صوفی وہ ہے جس کا دل کدورت سے صاف ہو اور فکر سے مملو اور اس کی نظر میں خاک و زر یکساں ہو"۔ (نفحات الانس)

حضرت ابوالحسن عرقانی فرماتے ہیں کہ:

"صوفی وہ ہے کہ دن کو آفتاب اور رات کو ستاروں سے اس کو حاجت نہ رہے"۔

(طبقات الکبریٰ)

عارف

عارف میں

ع سے عرفان یا عشق مراد ہے۔

ا سے ارادات یا اخلاص مراد ہے۔

ر سے رضا مراد ہے۔

اور ف سے فنا مراد ہے۔ (طبقات الکبریٰ)

درویش

درویش میں

د سے درد مراد ہے۔

ر سے رقت یا رضا مراد ہے۔

و سے وجد مراد ہے۔

ی سے یقین مراد ہے۔

ش سے شکر مراد ہے۔

فقیر

فقیر میں

فقیر سے فنا یا فاقہ مراد ہے۔

ف سے قوت یا قناعت مراد ہے۔

ی سے یاس یا یقین مراد ہے۔

اور ر سے رقت یا رضا مراد ہے۔

سفر سیر سلوک

اس سفر میں جو کلفتیں' دشواریاں او مشکلات پیش آتی ہیں ان سے سالک کا

امتحان مقصود ہوتا ہے جو طالب قرب الٰہی کے ہیں ان کو حوادث سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔

شب تاریک وبیم موج وگرداب چنیں ہائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

یعنی رات اندھیری ہے' لہر کا خوف ہے اور بھنور ایسا (خوفناک) ہے وہ ہمارا حال کیا جانیں جو ساحل پر (عافیت سے ہیں) سبکسار ہیں۔

اس سفر میں مختلف قسم کے حال سے گزر ہوتا ہے اور بہت سے مقامات کو طے کرنا ہوتا ہے اگر پیر و مرشد ساتھ ہے تو پھر کوئی ڈر اور خوف نہیں۔ اس کی رہ نمائی میں یہ سفر بخیر و خوبی اور بخیر و عافیت طے کیا جاسکتا ہے۔

خدا کی رضا و رحمت کی طلب میں یہ سفر اختیار کیا جاتا ہے۔ اور اس سفر کی غرض و غایت دراصل وہی ہے جو تصوف کا منشاء ہے اور جو اولیائے عظام کا نصب العین ہے۔ اس سفر میں پیر کی اعانت و ہدایت مرید کے حق میں وہ کام کرتی ہیں جو ایک طبیب کا نسخہ ایک بیمار کے لئے کرتا ہے۔

عبادت' ریاضت' دعوت فکر' نفس سے جہاد' مراقبہ' خلوت' خاموشی اور طلب اور جستجو' اللہ کی محبت' خشیت' اخلاص' زہد' احسان' شکر' صبر' توکل' قناعت' یقین' تواضع' خلوص' رضا' عشق' معرفت' شوق' مشاہدہ اور فنا اور بقا جیسی روحانی صفات اور کیفیات کا حاصل کرنا سالک کے لئے بغیر پیر و مرشد کی صحبت' رفاقت اور تربیت کے از بس دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

اسی امید و بیم کے سفر میں جو کچھ گزرتی ہے وہ تو وہی جانتا ہے جو یہ سفر طے کرتا ہے۔

لذت ایں مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

یعنی اس شراب کی لذت کو بخدا نہیں پہچان سکتے جب تک چکھو نہیں۔

مرشد

مرشد جن صفات سے مملو ہوتا ہے وہ مرشد کے ہر لفظ سے ظاہر ہیں۔

م سے مراد معرفت ہے۔

ر سے مراد رضا ہے۔

ش سے مراد شکر ہے۔

اور د سے مراد درد ہے۔

شیخ

شیخ میں جو

ش ہے اس سے مراد شکر ہے۔

ی سے مراد یقین ہے۔

اور خ سے مراد خلق یا خلوص ہے۔

ابو زکریا بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (فحات الانس)

ولی دنیا میں اللہ کا پھول ہوتا ہے جس کو صدیق سونگھتے ہیں۔ (معین الہند صفحہ ۱۴۸)

حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''پیر مرید کا مشاطہ ہے، اس لئے کہ پیر کی ترغیب مرید کی کمالیت حال کے لئے ہوتی ہے۔''

مرید

مرید کیلئے پیر کی اطاعت، خدمت اور فرماں برداری روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے کا اچھا ذریعہ ہیں۔ پیر کی اطاعت کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کہا گیا ہے۔

چوں ذات پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ھم رسول

مطلب یہ کہ پیر کی ذات کو جب قبول کرلیا یعنی جب حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے تو خدا بھی تیری ذات میں جلوہ گر ہوا اور رسول بھی۔

حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل خواص فرماتے ہیں۔ (طبقات الکبریٰ)

''سچے مرید کا اللہ مطلوب ہوتا ہے اور صدیق اس کے بھائی ہوتے ہیں اور خلوت اس کا گھر' تنہائی اس کی مونس' دن اس کا غم' رات اس کی خوشی' اس کا دل اس کا رہ نما' قرآن اس کا مددگار' گریہ اس کا لباس' بھوک اس کا سالن' عبادت اس کی رونق' معرفت اس کا سپہ سالار' حیات اس کا سفر زمانہ اس کی منزلیں' پرہیز گاری اس کا راستہ' صبر اس کا اوڑھنا' سکون اس کا بچھونا' اور صدق و خلوص اس کی سواری ہوتی ہے۔''

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں:

''جس میں علم و عقل و عشق ہو وہ خلافت مشائخ کے شایاں ہوتا ہے۔''

(دلی کے بائیس خواجہ صفحہ ۱۴۱)

توبہ و استغفار

توبہ گناہوں کو اس طرح مٹاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔

امام اولیاء حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نجات توبہ اور استغفار میں ہے۔'' (عوارف المعارف)

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں:

''ہر عضو انسان کی توبہ ہے۔ (احیاء العلوم ۱۲)

دل کی توبہ ترک خواہشات حرام

آنکھ کی توبہ غیر محرم کو دیکھنے سے احتراز۔

کان کی توبہ کلامِ باطل کے سننے سے پرہیز

زبان کی توبہ فضول گوئی سے احتیاط۔

ہاتھ کی توبہ منہیات سے دست بردار ہونا۔

پاؤں کی توبہ خطا کاری کی راہ چلنے سے انکار۔

پیٹ کی توبہ ممنوعات کے خورد و نوش سے اجتناب کرنا ہے۔''

ادب

ارادت میں ادب کو بہت کچھ دخل ہے۔ صوفی کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے افعال' اخلاق اور احوال پسندیدہ ہوں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بندگی ادب برتنے کا نام ہے اور نافرمانی بے ادبی ہے۔'' (عوارف المعارف)

حضرت ابونصر سراج بن طوسی فرماتے ہیں: (نفحات الانس ۱۲)

''آداب کے تین گروہ ہیں۔ پہلا طبقہ اہل دنیا کا ہے۔ اور ان کا ادب یہ ہے کہ اظہار مقصد فصیح و بلیغ الفاظ میں کرتے ہیں اور بادشاہوں کا نام اور اہل عرب کے اشعار سنا کر مخلوق کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں۔ اور دوسری جماعت حضرات عابدینِ و صالحین کی ہے اور ان کا ادب یہ ہے کہ درستی نفس و شائستگی اخلاق اور اعضاء کو مہذب و مودب بنانے میں جدو جہد کرتے ہیں اور حدود عبدیت کو نگاہ داشت اور امر و نواہی کی تعمیل میں مصروف و مشغول رہتے ہیں اور خواہشات نفسانیہ و لذات حیوانیہ کرتے ہیں۔

اور تیسرا برگزیدہ گروہ خاصان حق کا ہے اور ان کا مخصوص ادب یہ ہے کہ طہارت ظاہری کے علاوہ' صفائی باطن یعنی دل کو غیر اللہ کے خیال و اندیشہ سے میل و تکدر سے پاک کرتے ہیں اور اپنے سر کی حفاظت اور وفائے عہد قدیم اور اوقات کا خیال اور خطرات کا سد باب اور ظاہر و باطن کو یکساں رکھنا اور بہ ہزار عجز و نیاز مشاہد مطلق سے قرب و حضوری کی درخواست کرنا ہے۔''

نفس کی مخالفت

صوفیہ کے نزدیک بغیر نفس کی مخالفت کئے اور بغیر نفس کو مغلوب کئے منزل مقصود پر پہنچنا دشواری ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

نفس کی مخالفت تصوف کا بنیادی اصول ہے' ریاضت' عبادت' مراقبہ و مجاہدہ سے نفس پر قابو پایا جاتا ہے۔

حضرت حارث بن اسعد محاسبی فرماتے ہیں:

''جس نے اپنے نفس کو ریاضت سے شائستہ نہ کیا' اس پر مقامات عالیہ تک پہنچنے کی راہ نہیں کھلی۔'' (نفحات الانس ۱۲)

ابوعبداللہ محمد بن منازل فرماتے ہیں:

''جس نے اپنے نفس سے اپنے نفس کا سایہ اٹھالیا' لوگ اس کے سائے میں رہیں گے۔'' (طبقات الکبریٰ ۱۲)

حضرت شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ شاذلی فرماتے ہیں:

''اگر تم حق سے ربط پیدا کرنا چاہتے ہو تو اپنے نفس سے بے زار ہو جاؤ اور اپنے خول و قوت سے باہر نکل آؤ۔'' (طبقات الکبریٰ ۱۲)

حرص و طمع

حرص و طمع اور لالچ روحانی ترقی کے منافی ہیں۔ جب نفس کی خواہشات غلبہ کرتی ہیں تو انسان میں صحیح سوچنے اور سمجھنے کی قوت جاتی رہتی ہے' اور وہ حرص و طمع اور لالچ کا شکار ہو جاتا ہے۔

امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

پیروی حرص کی حق سے بے راہ کرتی ہے۔

''حضرت ابوالعباس بن قاسم مہدی فرماتے ہیں:

''طمع کی تاریکیاں مشاہدہ انوار کو روکتی ہیں۔'' (طبقات الکبریٰ ۱۲)

حضرت ابراہیم بن شیبان کرمان شاہی فرماتے ہیں:

''میرے باپ نے مجھ کو وصیت کی کہ علم حاصل کرو گے تو ادب ظاہری درست ہوگا اور ورع اختیار کرو گے تو ادب باطنی سے مودب ہو گے اور طمع سے احتراز کرو گے تو ہر دو گروہ میں اعزاز ہوگا۔ (نفحات الانس ۱۲)

شہرت پسندی اور خود بینی

صوفیاء کے نزدیک شہرت کی خواہش اور جاہ طلبی نخوت و پندار کا بدنما اور بدصورت چہرہ ہے۔ خود بینی اور خود آرائی کو کفر کہا گیا ہے۔

حضرت ابو بکر بن علی بن جعفر کتانی فرماتے ہیں:

''شہرت شیطان کی باگ ہے جس نے شیطان کی باگ پکڑی۔ اسی کے پاس وہ رہا۔'' (طبقات الکبریٰ ۱۲)

حضرت علی بن مزین فرماتے ہیں:

''بندے کو خود پسندی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ ابدی ناخوشی تک پہنچاتی ہے''۔ (طبقات الکبریٰ)

ہمت

صوفیہ ہمت کو ایک مقام مانتے ہیں۔ یہ بلند مقام ان کو سفر سیر سلوک طے کرنے میں امداد پہنچاتا ہے۔

حضرت خواجہ ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہل ہمت کو خدا دوست رکھتا ہے' کیوں کہ اہل ہمت خدا کو دوست رکھتے ہیں''۔

(نفحات الانس ۱۲)

حضرت ابو بکر بن طاہر ابہری فرماتے ہیں:

''صالحین کی ہمت یہ ہوتی ہے کہ بغیر نافرمانی کے طاعت کریں' اور عالموں کی ہمت ثواب میں زیادتی کی ہوتی ہے اور عارفوں کی ہمت یہ

ہوتی ہے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت سے معمور ہوں' اور اہل شوق کی ہمت یہ ہے کہ جلد موت آ جائے اور مقربین کی ہمت یہ ہے کہ ان کے دل حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف جاں گزیں ہوں"۔ (طبقات الکبریٰ ۱۲)

خلوت و عزلت

صوفیاء کے نزدیک خلوت و عزلت روحانی ترقی کا ذریعہ ہیں۔

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تنہائی میں سلامتی ہے"۔ (تذکرۃ اولیاء۱۲)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"دنیا میں خاموشی اور عزلت بہتر ہے"۔ (احیاء العلوم۱۲ منہ)

خاموشی

صوفیاء کے نزدیک خاموشی عاشقوں کا شیوہ ہے اور محبت کا لازمی نتیجہ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

"آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔" (طبقات الکبریٰ۱۲ منہ)

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کیسہء بستہ کو کھول اور زبان کشادہ کو بند کر۔"

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صاحب معرفت کی علامت خلق سے فرار اور خاموشی اختیار کرنا ہے۔" (تذکرۃ اولیاء)

گرسنگی

گرسنگی سالک کے لئے موجب فیوض و برکات ہے۔

حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں۔

"گرسنگی وہ ابر ہے جس سے بارانِ رحمت برستا ہے۔" (تذکرۃ اولیاء)

ذکر

ہر شخص اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے۔ صوفیاء ذکر کو اس لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ محبوب کو یاد کرنا ہر عاشق کا فرض ہے۔

حضرت عامر بن عبداللہ فرماتے ہیں:

"اللہ کا ذکر شفا ہے اور اس کے غیر کا ذکر بیماری۔"

حضرت جنید فرماتے ہیں:

"ذکر کی تعریف یہ ہے کہ ذاکر فنا ہو جائے ذکر محبوب میں۔" (تذکرۃ اولیاء)

زُہد

زہد ایک اعلیٰ مقام ہے۔ زہد کتاب عشق کا عنوان ہے اور محبت الٰہی کا فیضان ہے

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں:

"اصل زہد خدا سے راضی ہونا ہے۔" (نفحات الانس)

قناعت

صوفیاء کے نزدیک قناعت ایک دولت ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں:

"قناعت سے راحت ابدی و عزت سرمدی نصیب ہوتی ہے۔"

(نفحات الانس)

توکل

اسباب کو نظر انداز کر کے مسبب الاسباب پر بھروسہ کرنا صوفیاء کا شعار ہے۔

حضرت ابوسعید خراز فرماتے ہیں:

توکل خدا پر کامل اعتماد کرنا ہے۔ (عوارف المعارف ۱۲ منہ)

صبر

ہر مصیبت وصعوبت کو ہنسی خوشی برداشت کرنا تصوف کا ایک بنیادی اصول ہے

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صبر سختیوں کو خوشی سے برداشت کرنا ہے۔'' (نفحات الانس)

شکر

شکر ایک اعلیٰ مقام کا نام ہے۔

حضرت خواجہ ابوالقاسم نصر آبادی فرماتے ہیں:

''جو شکر نعمت کرتا ہے تو نعمت زیادہ ہوتی ہے اور جو شکر منعم کرتا ہے تو اس کی معرفت اور محبت میں ترقی ہوتی ہے۔'' (نفحات الانس)

صدق اور صادق

صدق ایک اعلیٰ مقام کا نام ہے۔

حضرت ابوبکر وراق فرماتے ہیں:

''اپنے اور خدا کے درمیان صدق کی حفاظت کر۔'' (احیاء العلوم ۱۲)

حضرت جنید فرماتے ہیں:

''صادق وہ ہے جو سوال نہ کرے۔'' (طبقات الکبریٰ ۱۲ منہ)

یقین

صوفیاء کے نزدیک اصل ایمان یقین ہے۔

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں:

''یقین کی تین علامتیں ہیں۔ اول ہر امر میں نظر بہ حق کرنا۔ دوئم ہر امر میں

رجوع بہ حق کرنا۔ سوئم ہر حال میں حق ہی سے امداد چاہنا۔'' (تذکرۃ الاولیاء)

حیاء

حیاء ایک حال ہے۔

حارث بن اسعد محاسبی فرماتے ہیں:

''حیاء یہ ہے کہ محترز رہے خصائل بد سے جن سے خدا راضی نہ ہو۔''

(تذکرۃ الاولیاء)

خلق

خلق ایک اعلیٰ صفت ہے جو قرب الٰہی حاصل کرنے میں معین و مددگار ہے۔

حضرت حسین بن منصور حلاج فرماتے ہیں:

''خلق اس کو کہتے ہیں کہ جفائے خلق کا اثر نہ ہو۔'' (نفحات الانس ۱۱۲)

تواضع

تواضع صوفیاء کی ایک خاص صفت ہے۔ تواضع صفاء باطن کا اظہار ہے۔

حضرت خواجہ ابراہیم شیبانی فرماتے ہیں:

''شرف تواضع میں ہے۔ عزت تقویٰ میں، آرام قناعت میں ہے۔''

(نفحات الانس ۱۱۲)

خلوص

خلوص سے ہی انسان کے اقوال و اعمال درست ہوتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں:

''اخلاص کدورتوں سے عمل کو صاف کرنے کا نام ہے۔'' (احیاء العلوم ۲۱۲)

حضرت یحیٰی بن معاذ الرازی فرماتے ہیں:

''عمل محتاج ہے تین خصائل کا، علم، نیت، اخلاص کا۔'' (احیاء العلوم ۲۱۲)

رضا و تسلیم

صوفیاء کے نزدیک رضا ایک اعلیٰ مقام ہے۔

حضرت حارث بن اسعد محاسبی فرماتے ہیں:

''رضا آرام کرنا ہے زیر حکم الٰہی''۔ (احیاء العلوم ۲۱۲)

حضرت امام محمد غزالی فرماتے ہیں:

''مقام رضا سے کوئی مقام فائق نہیں۔'' (عوارف المعارف)

محبت

عشق و محبت تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں۔ عشق و محبت کا مقام اعلیٰ ہے اور ہر مرتبہ رفیع ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''محبت خدا کی امانت ہے''۔ (احیاء العلوم)

گریاں و اشکباری

صوفیاء گریاں و اشکباری کو عزیز رکھتے ہیں۔ چوں کہ خدا ان کو پسند کرتا ہے۔

حضرت ابوسلیمان دارائی رحمۃ اللہ علیہ ہدایت فرماتے ہیں:

''عبادت کر چشم گریاں و پرفکر دل سے''۔ (طبقات الکبریٰ)

شب بیداری

صوفیاء کے نزدیک شب بیداری ایک مجاہدہ ہے جس کے فوائد بسیار ہیں۔ ظاہری و باطنی بیداری کشود کار کی کنجی ہیں۔

حضرت خواجہ ابوبکر شبلی فرماتے ہیں:

''جو سویا وہ غافل ہوا اور جو غافل ہوا وہ محجوب ہوا''۔ (طبقات الکبریٰ)

وجد اور کیفیت

وجد وارادات قلبی کا نام ہے۔ یہ وہ حال ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وجد ایک حالت ہے جو عاشقوں پر طاری ہوتی ہے۔" (احیاء العلوم)

حضرت عمرو بن عثمان مکی فرماتے ہیں:

"وجد اسرار الٰہی میں سے ہے، جس کی کیفیت کا اظہار عبارت سے نہیں ہوسکتا"۔ (نفحات الانس)

موحد و توحید

صوفیاء کے نزدیک توحید مقربین باتمکین کا مرتبہ ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک کہنا اور ایک دیکھنا۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ فرماتے ہیں:

"جس کے نزدیک مدح اور ذم برابر ہیں وہ زاہد، اور جو فرائض کو اول وقت ادا کرتا ہے وہ عابد ہے، اور جو کل کاموں کو اللہ کی طرف سے جانتا ہے وہ موحد ہے۔" (طبقات الکبریٰ)

حضرت ابومغیث حسین بن منصور فرماتے ہیں:

"توحید میں پہلا قدم تفرید کا فنا کرنا ہے"۔ (کشف المحجوب)

عارف اور معرفت

معرفت ایک اعلیٰ مقام ہے۔

امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے رب کو ارادوں کے ٹوٹ جانے سے پہچانا"۔ (کشف المحجوب)

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں:

"زاہد بادشاہ آخرت کا ہے اور عارف بادشاہ زاہد کا ہے"۔ (احیاء العلوم)

حضرت ابراہیم بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اثبات حق معرفت ہے"۔ (معین الہند)

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عارف وہ ہے جو سوائے ذکر حق کے کسی کو دوست نہیں رکھتا"۔ (نفحات الانس)

خوف ورجا

سیر وسلوک میں خوف الٰہی ایک اعلیٰ مقام ہے۔

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ خوف کی علامت یہ ہے کہ:

"جو بے خطر ہو جائے دوسرے ہر قسم کے خوف سے"۔ (تذکرہ اولیاء)

حضرت احمد بن انطا فرماتے ہیں:

"خوف کی علامت گریہ ہے اور رجا کی علامت طلب ہے"۔ (تذکرہ اولیاء)

حضرت ابومحمد ادیم بن احمد فرماتے ہیں:

"مقام خوف یہ ہے کہ غیر خدا سے نہ ڈرے"۔ (تذکرہ اولیاء)

فقر وفاقہ

مقام فقر سالک کی مرتبت وعظمت کا اظہار کرتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں:

"فقر کی تعریف یہ ہے کہ دل کو اشکال غیر سے خالی کرنا"۔ (کشف المحجوب)

حضرت خواجہ ابوبکر شبلی فرماتے ہیں:

"فقیر وہ ہے جو ماسواء اللہ سے مستغنی ہو"۔ (نفحات الانس)

آتش عشق

عشق ایک مقام ہے جو سالک کے لئے باعث رفعت اور قربت الٰہی کا ذریعہ

ہے۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''عشق الٰہی ماسوائے حق کے اثر کو دل سے زائل کرتا ہے''۔ (تذکرۃ اولیاء)

حضرت شیخ حماد بن مسلم دباس نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ سب سے نزدیک اس کا عشق ہے اور اس کا عشق خالص نہیں ہوتا جب تک عاشق روح بلانفس نہ رہ جائے اور جب تک اس میں نفس ہے کبھی وہ اللہ تعالیٰ کے عشق کا مزہ چکھ نہیں سکتا''۔

(طبقات الکبریٰ)

حضرت خواجہ معین الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''عشق کی راہ ایسی ہے کہ جو اس راہ پر چلتا ہے اس کا نام ونشان تک نہیں ملتا''۔

(معین الہند صفحہ ۱۴۹)

حضرت نے یہ بھی فرمایا:

''دریاؤں کا بہتا ہوا پانی شور کرتا ہے لیکن جب سمندر سے مل جاتا ہے آواز نہیں رہتی۔ اسی طرح جب عاشق معشوق سے واصل ہو جاتا ہے۔ تو واویلا نہیں کرتا''۔ (معین الہند صفحہ ۱۴۹)

حضرت عاشق کے متعلق فرماتے ہیں:

''عاشق کا دل آتش کدہ محبت ہے' جو اس میں آئے اسے جلا کر ناچیز کر دیتا ہے۔ کیونکہ عشق کی آگ سے تیز کوئی آگ نہیں''۔ (معین الہند صفحہ ۱۴۹)

شوقِ اشتیاق

صوفیاء کے نزدیک شوق قلب کی ایک کیفیت ہے جو طالب کو مطلوب سے ملنے کی خواہش کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ سری سقطی فرماتے ہیں:

"بلندتر مقام عاشقوں کا شوق ہے"۔ (تذکرۃ اولیاء)

حضرت ابو محمد فتح موصلی فرماتے ہیں:

"جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا اشتیاق رکھے گا وہ ماسواء اللہ سے مستغنی اور پرہیز گار ہو جائے گا"۔ (طبقات الکبریٰ)

مشاہدو مشہود

صوفیاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مشاہدہ ایک اعلیٰ مرتبہ ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وجد سب کو زندہ کرنے والا اور مشاہدہ سب کو مارنے والا ہے"۔ (تذکرۃ اولیاء)

حضرت شیخ داؤد کبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سب سے بڑا گناہ ماسواء اللہ تعالیٰ کا شہود ہے۔ یعنی اس کا ایسا شہود جو اس کی ذات سے قائم ہو"۔ (طبقات الکبریٰ)

فنا و بقا

صوفیاء کے نزدیک فنا سیر الی اللہ اور بقا غایت سیر فی اللہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فنا زوال صفات ذمیمہ ہے اور بقا اوصاف جمیلہ کا عروج ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی فرماتے ہیں:

"خود کو خدائے تعالیٰ کے ساتھ دیکھنا وفا ہے۔ اور خدا کو اپنے ساتھ دیکھنا فنا ہے اور خدا کو دیکھنا اور خود کو نہ دیکھنا بقا ہے"۔ (طبقات الکبریٰ)

حضرت ابوسعید احمد بن عیسیٰ خراز فرماتے ہیں:

"فنا حق کا متلاشی ہونا اور بقا حضوری حق تعالیٰ ہے"۔ (تذکرۃ اولیاء)

سفیر سیر سلوک ختم ہوا

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

تصوف کے نقوش مٹائے نہیں مٹ سکتے۔ کون ہے جو بہ رضا و رغبت ان نقوش کی رہ نمائی میں چلنے سے انکار کرے۔

تصوف کے خانوادے وجود میں آئے۔ تصوف کے مختلف سلسلے جاری ہوئے۔ خانقاہیں قائم ہوئیں۔ تصوف پر بہت سی کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی گئیں۔ ان میں سے بعض کتابوں کو جو مقبولیت حاصل ہوئی' وہ حیرت انگیز ہی نہیں' بلکہ تصوف کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ صوفیاء کے مکتوبات اور ملفوظات ان کے ذوق اور قابلیت کا آئینہ دار ہیں۔

شعر و شاعری بھی تصوف کے اثر سے نہ بچ سکی۔ شعراء نے اپنی شاعری کو توحید و عرفان اور حقیقت و معرفت کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔

صوفیاء نے تصوف کو ایک خوشبو دار اور خوب صورت گلدستہ کی صورت میں پیش کیا اور لوگوں کے دل و دماغ سے نا امیدی' خوف و حزن دور کیا۔

خوف رستا خیز از قلب نظامی محوشد
لطف پیر مے فروشاں رانیا ہے ساختم

حضرت رابعہ عدویہ بصری رحمۃ اللہ علیہا باوجود عورت ہونے کے کسی سے پیچھے نہیں رہیں۔ ان کو صوفیاء کی پہلی صف میں جگہ حاصل ہے۔ ان کی مثالی زندگی' اور ان کے صوفیانہ خیالات' عارفانہ حکمات اور تعلیمات صوفیاء ہی کی نہیں بلکہ عوام و خواص کی بھی وحانی میراث ہیں۔

تصوف خود بینی' خود پرستی' خود غرضی' عناد و دشمنی اور دل آزاری سے بالاتر ہے۔ ولی کی نگاہ میں تاج و تخت کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ خود بادشاہ ہے۔

بر سریر دل شاہم شوکت گدا این است
گرد کوئے معشوقم رتبہ رسا این است

باب۲

والدین اور ولادت

حضرت رابعہ عدویہ بصری رحمۃ اللہ علیہا گوہر گنج معانی ہیں۔ مظہر تجلیاتِ یزدانی ہیں۔ پیکر نورانی ہیں۔ ان کا عشق لا ثانی تھا۔ ان کا زہد و تقویٰ مثالی تھا۔ حضرت کا سرمایہ یاد الٰہی تھا۔ ان کا خزانہ ذکرِ الٰہی تھا۔ ان کا گنجینہء عشق الٰہی تھا۔ حضرت کو عشق و محبت سے بھرا ہوا دل عطا ہوا تھا۔

والدین

حضرت کے والدین دنیاوی مال و دولت سے یکسر محروم تھے۔ لیکن اس بات کی انہیں نہ کوئی شکایت تھی اور نہ ہی شکوہ تھا۔ وہ تسلیم و رضا کے اس قدر خوگر تھے کہ ہر حال میں خوش رہتے تھے۔ صبر و شکر ان کا شعار تھا۔ توکل و قناعت کی دولت سے مالا مال تھے‘ فقر پر فخر کرتے تھے۔ فاقہ ہوتا تو خاموشی سے برداشت کرتے تھے۔

حضرت کے والد نے تو اس بات کا عہد کر لیا تھا کہ کسی سے کوئی سوال نہ کریں گے چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ مخلوق سے بے نیاز تھے۔ خالق کے پرستار تھے۔ ان کو آنے کی خوشی تھی اور نہ جانے کا رنج تھا۔ ہر تکلیف کو ہنسی خوشی برداشت کرنے کے عادی تھے۔ رنج و راحت سے متاثر نہ ہوتے تھے۔ غرض وہ اعلیٰ اخلاقی قدروں اور روحانی صفات کے حامل تھے۔

مژدہ

جس رات کو حضرت پیدا ہوئیں' آپ کے والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے عالم رویا میں مشرف ہوئے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے فرماتے ہیں:

''یہ لڑکی سیدہ ہے۔ اس کے ذریعے سے ستر (۷۰) آدمی میری امت کے شفاعت حاصل کریں گے اور بخشے جائیں گے''۔

(سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ نمبر ۲۰۸ سکینۃ العارفین)

تسلی

حضرت جس رات کو پیدا ہوئیں وہ وقت حضرت کے والدین کے لئے بہت نازک وقت تھا۔ گھر میں کپڑے کی ایک دھجی تک نہ تھی کہ جس سے بچے کو لپیٹا جاتا اور نہ ہی تیل تھا کہ جس سے چراغ روشن کیا جاتا۔

اہل خانہ نے حضرت کے والد سے کہا کہ:

''فلاں پڑوسی کے یہاں جاؤ اور تھوڑا تیل لے آو''۔

حضرت کے والد نے عہد کرلیا تھا کہ وہ کسی سے کچھ نہ مانگیں گے' لیکن اہل خانہ کے اصرار پر اور حالات کے پیش نظر وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ پڑوسی کے یہاں جائیں گے اور تیل لائیں گے۔

وہ جب پڑوسی کے گھر گئے تو دیکھا کہ وہ سو رہا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر واپس آگئے اور آکر کہا کہ پڑوسی سو رہا تھا اس لئے تیل نہ لا سکے۔ لیکن وہ رنجیدہ خاطر تھے کہ بچے کی پیدائش کا وقت قریب ہے۔ اور گھر میں بے سروسامانی کا یہ عالم ہے کہ نہ کپڑا ہے جس میں ہونے والے کو لپیٹا جائے اور نہ ہی تیل ہے کہ جس سے چراغ جلایا جائے رنج وغم میں اسی حالت میں وہ سو گئے۔ وہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''غمگیں باش'' (رنجیدہ مت ہو)۔ (سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ نمبر ۲۰۰)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ پڑوسی کے یہاں گئے۔ اس کے گھر کا دروازہ بند تھا۔ انہوں نے دروازے پر ہاتھ رکھا اور واپس چلے آئے اور آ کر اپنی بیوی سے کہا کہ پڑوسی نے دروازہ نہیں کھولا ایسا کرنے سے انہوں نے بیوی کی ایک بات مانی یعنی پڑوسی کے مکان تک گئے اور اپنا عہد بھی نبھایا کہ سوال نہیں کیا۔

۹۷ھ کی ایک رات کا واقعہ ہے۔ سرد اور تاریک رات تھی برف گر رہی تھی۔ سرد اور تند و تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ ہر طرف تاریکی تھی چراغ تو بڑی بات ہے نوزائیدہ بچی کو سمر قندی ہواؤں سے بچانے کیلئے کوئی کپڑا تک نہیں تھا۔

آخر بچی کی ماں اور بہنوں کے اصرار پر غیرت مند باپ کو پڑوسی کے در پر جانا پڑا تا کہ وہ چراغ کے لئے تھوڑا سا تیل قرض لاسکیں۔

ابھی وہ پڑوسی کے گھر پہنچے ہی تھے کہ انہوں نے سوچا کہ آج تک یہ ہاتھ کسی کے سامنے نہیں پھیلا ہے۔ عالم الغیب ہماری حالت سے بخوبی واقف ہے۔ کیا وہ بچی کو خوشگوار موسم اور دن کے اجالے میں ہمارے پاس نہیں بھیج سکتا تھا؟ کہیں ہم آزمائش میں تو مبتلا نہیں ہیں۔

وہ الٹے قدموں گھر واپس آ گئے' ان کے قدموں کی آہٹ سن کر ان کی بڑی لڑکی نے دل گداز آواز میں ان سے پوچھا:

''بابا تیل ملا؟ تیل لائے ہو؟''

''نہیں بیٹی!'' باپ نے کچھ تامل سے جواب افسردہ لہجے میں دیا۔ ''میں نے بہت دستک دی لیکن کوئی جواب ہی نہیں آیا''۔

باپ کا یہ جواب سن کر بیٹی نے بڑی بے چینی سے کہا۔

''آپ کسی دوسرے دروازے پر چلے جاتے۔ تیل مل جاتا تو روشنی ہوتی۔ روشنی میں ہم اس معصوم کو ٹھنڈی ہوا سے بچانے کے

لئے کوئی کپڑا ہی ڈھونڈھ لیتے"۔

"دوسرا دروازہ" باپ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں بابا دوسرا دروازہ"۔ لڑکی نے جھنجھلا کر کہا۔ آپ نے دستک دے کر دیکھا تو ہوتا دوسرا دروازہ تو بیٹی ہمیشہ کھلا ہی رہتا۔ باپ نے نرمی سے جواب دیا:

"مگر اس پر دستک دینے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ رات تاریک اور سرد سہی مگر ہمیں شاید تیل کی ضرورت نہیں ہے"۔

انہوں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور ایک خاص امید و بیم کے لہجے میں کہا:

"ہماری ضروریات وہ ہم سے بہتر جانتا ہے۔ اسے تو ان باتوں کا بھی علم ہے جو ہم نہیں جانتے۔"

ان کے ان چند الفاظ میں بے پناہ طاقت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ میں اثر ہے اور ہر لفظ میں طاقت پنہاں ہے۔ ان کے الفاظ میں اعتقاد کی ایسی طاقت تھی، امید کی ایسی روشنی تھی اور یقین کی ایسی گرمی تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں گھر کی فضا بدل گئی۔ بے چینی ختم ہو گئی۔ فکر دور ہو گئی۔ گھر والے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ لیٹ گئے۔ لیکن وہ خود سو نہ سکے۔ دماغی پریشانی نیند کی دشمن ہے آج کے واقعہ سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ آج زندگی میں پہلی بار ان کو اپنی مفلسی اور ناداری کا شدید احساس ہوا۔ اس احساس سے ان کو روحانی اذیت پہنچی۔ تھوڑی دیر تک تو وہ کروٹیں بدلتے رہے۔ اسی حالت میں ان کی آنکھ لگ گئی۔ یہ رات ان کے لئے ایسی رات تھی کہ وہ زندگی بھر نہ بھول سکے۔ خواب میں وہ فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے ممتاز و مشرف ہوئے۔

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس طرح مخاطب ہوئے:

"رنجیدہ کیوں ہوتے ہو۔ رنجیدہ ہونے کی کوئی بات نہیں۔

آج جو تمہارے یہاں لڑکی پیدا ہو رہی ہے وہ سیدہ ہو گی اور اپنے وقت کی بڑی

برگزیدہ اور بزرگ ہستی ہوگی۔

تیری بچی اندھیرے میں اس طرح آئی ہے جیسے رات کے بعد سورج نکلتا ہے اس کی روشنی دور دور پھیلے گی۔ وہ ایک بلند پایہ عابدہ اور زاہدہ ہوگی۔ اس سے فیوض و برکات کا چشمہ جاری ہوگا"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو ہدایت فرمائی۔

"اور تم امیر بصرہ کے پاس جاؤ۔ اس کا نام عیسیٰ ہے۔ اس کے پاس جا کر کہو کہ تم جورات کو سو بار اور ہر جمعہ کی رات کو چار سو مرتبہ درود پڑھا کرتے تھے۔ اس مرتبہ جمعہ کی رات کو کیوں نہ پڑھا۔ اس سے کہو کہ اس کا کفارہ میں چار سو دینار میرے اس پیامبر کے حوالے کر دیجئے"۔

وہ (حضرت کے والد) جب بیدار ہوئے تو ان پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ آنکھوں میں آنسو تھے۔ اپنی قسمت پر نازاں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیارت سے مشرف فرمایا اور اپنا پیامبر بنا کر امیر بصرہ کے پاس جانے کی تاکید اور ہدایت فرمائی۔

چنانچہ وہ امیر بصرہ کے پاس پہنچے۔ امیر بصرہ نے ان کو اندر بلایا اور ان سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے علیحدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اس کو (امیر بصرہ) کو پہنچایا۔

پیغام کے سنتے ہی اس پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی وہ از خود رفتہ ہوگیا وہ سوچنے لگا پیغام کس کا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اور کس کے نام۔

مجھ عاصی و گنہ گار کے نام۔

اور کس بات کے متعلق۔

جس کا کسی کو علم نہیں سوائے میرے۔

وہ اٹھا اور چار سو دینار ان کو (حضرت کے والد) لاکر پیش کیے اور پھر اس نے ان سے یہ درخواست کی کہ جب کبھی ان کو کوئی ضرورت پیش آئے تو وہ بلا تکلف تشریف لائیں اور جو کچھ درکار ہو لے جائیں۔ اس میں کسی قسم کا پس و پیش نہ کریں۔

ولادت

حضرت کی ولادت کے وقت اسلامی دنیا زبوں حالی اور پستی کی گرفت میں تھی۔ امن و امان مفقود تھا۔ طاقت کا نام شرافت تھا۔ زبردست زیردستوں کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے۔ لوگ اعلیٰ قدروں سے یکسر محروم ہوتے جارہے تھے۔ اچھائی اور برائی کی تمیز مٹ چکی تھی۔ مساوات' اخوت اور رواداری اپنے معنی اور مضمرات کھو چکے تھے۔ دولت کی طلب اور جاہ و منصب کی تلاش نے لوگوں کو ذہنی طور پر مفلوج کردیا تھا۔

اسی ماحول میں ایک تنگ و تاریک گھر سے روشنی کی ایک کرن نمودار ہوئی حضرت نے ۹۷ھ میں اس عالم ناپائدار کو زینت بخشی۔ حضرت کا نام رابعہ رکھا گیا۔

بہنیں

حضرت کی تین بڑی بہنیں تھیں۔

عدویہ کہلانے کی وجہ تسمیہ

حضرت کے والدین کی چار لڑکیاں تھیں۔ ایک حضرت اور تین لڑکیاں اور حضرت سب سے چھوٹی تھیں۔ حضرت اپنے والدین کی چوتھی لڑکی تھیں۔ اس نسبت سے عدویہ کہلائیں۔

باب ۳

آزمائش و ابتلا

حضرت کا بچپن والدین کے سایہء عاطفت میں گزرا۔ جب تک حضرت کے والد زندہ رہے گھر اچھی طرح چلتا رہا نہ کوئی انتشار تھا اور نہ ہی کسی چیز کی کمی۔ گھر میں برکت تھی۔ والدین خوش تھے کہ چھوٹی لڑکی (حضرت) کی پیدائش سے گھر کا نقشہ ہی بدل گیا۔ چراغ کے آنے سے گھر کا اندھیرا دور ہوا۔

صدمہ

بچپن کا زمانہ ختم ہو رہا تھا' اور حضرت سن شعور میں قدم رکھنے والی تھیں کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ دورِ آزمائش و ابتلا شروع ہوا۔ یتیم بچوں کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان سے حضرت کو بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ حضرت اب بے سہارا تھیں لیکن حضرت کے لئے خدا کا سہارا کافی تھا۔

بصرہ میں قحط

بصرہ میں ایسا قحط پڑا کہ لوگ بصرہ کو چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ جس کا جدھر منہ اٹھا بھاگ پڑا۔ مٹھی بھر اناج کے لئے لوگ انسان کی جان لینے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔ آدمی آدمی کا دشمن تھا۔ قحط کے اثرات سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ مروت' رواداری' اخوت و محبت کے جوہر طاق نسیاں کی زینت بن کر رہ گئے۔ افراتفری کا دور تھا۔ کسی کو کسی کا

ہوش نہ تھا۔

قحط سالی کے متعلق جو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ بصرہ اس وقت اس شعر کا مصداق تھا۔

چناں قحط سالی شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کر دند عشق

یعنی دمشق میں ایسا قحط پڑا کہ لوگوں نے عشق کو بھی فراموش کر دیا۔

بصرے میں اس وقت کچھ اسی قسم کے حالات تھے۔ لوگ متاع عشق کھو بیٹھے تھے اور متاع حیات کے درپے ء آزار تھے۔

قحط دو سال رہا' اور اس دو سال کی مدت میں بصرہ خالی ہونے لگا۔ جہاں جس کا منہ اٹھتا بصرہ چھوڑ کر چلا جاتا۔ کچھ لوگ دمشق روانہ ہوئے۔ کچھ لوگ بغداد پہنچے اور کچھ لوگوں نے سمرقند اور بخارا پہنچ کر سکون و اطمینان کا سانس لیا۔

اس نفسا نفسی کے عالم میں حضرت کی تینوں بہنوں نے حضرت کو ساتھ لے کر بصرہ کے بام و در کو خدا حافظ کہا اور سلامتی و عافیت کی تلاش میں افتاں و خیزاں گھر سے روانہ ہوئیں۔ راستے میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ حضرت اپنی بہنوں سے بچھڑ گئیں حضرت کی عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی۔

یوں بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت اپنی بہنوں کے ساتھ تھیں۔ کسی مرد نے حضرت کو پکڑ کر فروخت کر دیا۔

کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ حضرت اپنی بہنوں سے افراتفری کے عالم میں جدا نہیں ہوئیں بلکہ حضرت کو حضرت کی بہنوں نے فروخت کیا۔ کیونکہ وہ قحط کی وجہ سے پریشان تھیں۔ جس شخص کے ہاتھ حضرت کو حضرت کی بہنوں نے فروخت کیا۔ اس کا نام عتیق بتایا جاتا ہے۔

باب ۴

جبر و غلامی

حضرت کا مالک جابر اور ظالم شخص تھا۔ وہ ایسا سخت آدمی تھا کہ جس کے دل میں رحم نام کو نہ تھا۔ وہ کنیزوں اور غلاموں کے ساتھ ناروا برتاؤ کو جائز سمجھتا تھا۔ اس کو اپنے کام سے کام تھا۔ انسانی ہمدردی سے کوئی سروکار نہ تھا۔

حضرت کا مالک حضرت سے ہر وقت کام لیتا۔ بعض اوقات نماز پڑھنے کی مہلت بھی نہ ملتی لیکن صبر و شکر کے ساتھ اپنے فرائض کو بخیر و خوبی انجام دیتی تھیں' مالک کو شکایت کا موقع نہ دیتی تھیں۔

حضرت گھر کے کام سے فارغ ہو کر عبادت میں مشغول ہوتیں۔ حضرت کا یہ معمول تھا کہ دن میں گھر کا کام کرتیں اور رات بھر عبادت میں مصروف رہتیں۔

آپ نے آقائے حقیقی اور آقائے مجازی کو خوش رکھنے کی کوشش کی۔

ایک واقعہ

غلامی کے اسی عالم میں کئی سال گزر گئے۔ ہوتے ہوتے چہرے پر نقاب ڈالنے کے دن آگئے لیکن کنیزوں کے لئے نقاب ڈالنا ممکن نہ تھا۔

اسلام نے کنیزوں اور غلاموں کو بہت کچھ حقوق دئے ہیں۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور مالک کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ کنیزوں اور غلاموں کی آسائش اور آرام کا ہر طرح سے خیال رکھے۔ ان پر ظلم و ستم نہ کرے' بلکہ ان کو خاندان

کا فرد سمجھے اور ان کے ساتھ ایسا ہی نرم برتاؤ کرے۔ جیسا کہ وہ اپنے خاندان کے ساتھ کرتا ہے۔ لیکن باوجود اسلامی احکامات کے کنیزوں اور غلاموں کیساتھ بعض لوگ وحشیانہ برتاؤ کرتے تھے۔ حضرت کا آقا بھی اسی قسم کا ایک شخص تھا۔

ایک دن کسی کام سے حضرت گھر کے باہر گئیں راستے میں ایک شخص نے حضرت کو گھور کر دیکھا اور حضرت کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ حضرت نے یہ دیکھ کر کہ وہ پیچھا کر رہا ہے۔ تیزی سے چلنا شروع کیا۔ حضرت کے ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑیں۔ حضرت کے چوٹ آئی۔ حضرت کا بازو ٹوٹ گیا۔ باوجود شدید تکلیف کے حضرت نے چوٹ لگنے کا ذکر اپنے آقا سے نہیں کیا۔ حضرت اس تکلیف کی حالت میں بھی گھر کا کام کاج انجام دیتی رہیں۔

حضرت جب ٹھوکر کھا کر گریں اور حضرت کا بازو ٹوٹا تو اس کرب و تکلیف کی حالت میں حضرت کا دل بھر آیا۔ حضرت نے سجدہ کیا اور بارگاہ رب العزت میں اس طرح عرض کیا کہ

"یا اللہ! میں بے یارو مددگار پہلے ہی سے تھی اور اب ہاتھ بھی ٹوٹ چکا ہے۔ اس کے باوجود میں تیری رضا چاہتی ہوں"۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۴۲)

آپ بہت دیر تک گڑگڑاتی رہیں اور اپنے شکستہ دل کی آواز خدائے بالا و برتر کو سناتی رہیں:

"اے میرے پروردگار! مجھ غریب، نادار بے کس و مجبور، دست شکستہ پر رحم فرما۔ میرے ماں باپ نہیں ہیں تو ہی میرا سب کچھ ہے۔ تیری رضا میں میں راضی ہوں۔ کیا تو بھی مجھ سے راضی ہے"۔

ندائے غیبی

غیب سے آواز آئی۔

"اے رابعہ! غمگین نہ ہو کل تجھے وہ مرتبہ حاصل ہوگا کہ مقرب ملائکہ بھی

تجھ پر رشک کریں گے''۔

حضرت نے جو یہ آواز سنی تو جسم ناتواں میں جان آ گئی۔ حضرت کو یہ محسوس ہوا کہ زخم پر کسی نے پھاہا رکھ دیا ہے۔ ساری تکلیف بھول گئیں۔ ہنسی خوشی گھر واپس آ ئیں اور حسب معمول کام کاج میں لگ گئیں۔

حضرت کا مالک' حضرت سے اتنا کام لیتا تھا کہ حضرت تھک جاتیں۔ کنیز اور غلام کے لئے یہ لازم تھا کہ وہ مالک کے ہر حکم کی تعمیل کرے اور بغیر چون و چرا کے مالک جو کام بتائے اس کو انجام دے۔ حکم عدولی یا غفلت یا بے پروائی' یا تساہل مالک برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ چنانچہ حضرت ہر وقت کسی نہ کسی کام مصروف رہتی تھیں ایک کام ختم نہ ہونے پاتا تھا کہ مالک دوسرا کام بتا دیتا تھا۔

باب ۵

حصولِ آزادی

اب حضرت کا یہ معمول تھا کہ دن کو اپنے فرائض نہایت تندہی سے انجام دیتیں دن میں روزہ رکھتیں اور رات عبادت میں گزارتیں۔ دن کو مالک کا کام کرتیں اور رات کو جب سب سو جاتے تو اپنے آقائے حقیقی کے کام میں ہمہ تن مصروف ہوتیں اس بات کا کسی کو علم نہ تھا۔

ایک رات کا واقعہ

ایک رات ایسا ہوا کہ حضرت کے مالک کی آنکھ کھلی تو اس نے چاروں طرف جو نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ حضرت ایک کونہ میں سربسجود ہیں۔ اور ایک معلق نور آپ کے سر پر فروزاں ہے۔ مالک کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا' لیکن وہ خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ اس نے جو کان لگائے تو حضرت کو یہ عرض و معروض کرتے سنا:

"اگر میرے بس میں ہوتا تو ہمہ وقت تیری عبادت میں گزار دیتی۔ لیکن چونکہ تو نے مجھے غیر کا محکوم بنا دیا ہے اس لئے تیری بارگاہ میں دیر سے حاضری ہوتی ہے"۔ (تذکرۃ الاولیاء (اردو ترجمہ) صفحہ ۴۳)

حضرت نے اپنی دلی آرزو کا اس طرح اظہار کیا۔

"اے میرے آقائے حقیقی!۔۔۔۔۔ میری یہ دلی آرزو ہے کہ میں اپنی ساری زندگی اور اپنی زندگی کا ہر لمحہ تیری یاد میں تیرے کام میں اور تیری عبادت میں گزار دوں' لیکن

مجبور ہوں کیا کروں۔ تیرے ایک بندے کی خدمت مجھے کرنا پڑتی ہے۔ اس لئے میں سارا وقت تیری عبادت میں صرف نہیں کر سکتی"۔

حضرت کے آقا کو جب آپ کے اس حال کا جواب تک چھپائے ہوئے تھیں علم ہوا تو وہ دل میں نادم ہوا اور سوچنے لگا کہ واقعی اس نے ایسی عابدہ اور زاہدہ عورت کے ساتھ ناروا برتاؤ جائز رکھا۔ وہ ماضی کے برتاؤ پر منفعل تھا۔

صبح ہوئی تو مالک کا لب ولہجہ کچھ اور ہی تھا۔ وہ حضرت کی بزرگی کا معترف ہوا اور حضرت سے معافی کا خواستگار ہوا۔ اس نے نہائت عاجزی اور انکساری کے لہجے میں کہا:

"مجھے آپ کے مقام اور درجے کا علم نہ تھا' میں تاریکی میں تھا۔ اب خدا نے مجھے روشنی دکھلائی تو میں نے آپ کا درجہ پہچانا۔ آپ برگزیدہ ہستی ہیں۔ آپ کا مرتبہ بلند و بالا ہے۔ مجھ سے کوئی قصور ہوا ہو تو خدا کے واسطے معاف کیجئے۔ اب آپ جہاں دل چاہے رہیے۔ جہاں دل چاہے جائیے۔ میں نے آپ کو آزاد کیا"۔

باب ۶

عبادت و ریاضت

خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے جو بندے مصیبت اور رنج و غم میں ثابت قدم رہتے ہیں اور صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ان کو وہ طرح طرح سے نوازتا ہے اور صابر و شاکر ہونا مالکِ حقیقی کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ سالک تو ہر بلا اور مصیبت کو دوست کا عطیہ سمجھتا ہے۔ بعض کا تو یہ نظریہ تھا کہ اگر ان پر کوئی مصیبت یا بلا نازل نہ ہوتی تو وہ رنجیدہ ہوتے تھے اور دل ہی دل میں کہتے تھے کہ کیا بات ہے کہ ان کا دوست آج بھول گیا۔

حضرت نے آزمائش اور ابتلا کا دور ہنسی خوشی صبر و استقلال کے ساتھ گزارا اب وہ دور ختم ہوا۔ نیا دور شروع ہوا جس میں حضرت کو مکمل آزادی حاصل تھی۔ غلامی سے نجات ملی۔

آزادی کی نعمت حاصل ہوئی۔ حضرت نے مالک حقیقی کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ان کو دنیا کے کام کاج سے نجات دلائی وہ خوش تھیں کہ اب ان کو عبادت و ریاضت انہماک اور یک سوئی کے ساتھ ذکر کرنے کا موقع ملا۔

حضرت نے ویرانوں اور جنگلوں کا رخ کیا۔ آپ آبادی سے بھاگتی تھیں جنگلوں اور ویرانوں میں خدائے بزرگ برتر کی قدرت کا تماشہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتی تھیں۔ جنگلوں اور ویرانوں کی فضا نے حضرت کے دل و دماغ کو سکون اور روح کو سرور بخشا۔

ویرانوں اور جنگلوں میں کچھ عرصے گھومنے پھرنے کے بعد حضرت بصرے واپس تشریف لائیں، اور ایک جھونپڑی ڈال کر اس میں رہنے لگیں۔

حضرت دن رات عبادت و ریاضت میں گزارتی تھیں۔ دنیا اور دنیاوی معاملات سے کچھ سروکار نہ رکھتی تھیں۔ دن کو روزہ رکھتی تھیں اور رات کو جاگتی تھیں۔ اولیائے کرام نے شب بیداری پر بھی زور دیا ہے۔ شب بیداری سے روحانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ شب بیداری کوئی آسان چیز نہیں ہے۔ اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ:

''شب بیداری کار مرداں''

حضرت پانچوں وقت نماز پابندی سے پڑھتی تھیں۔ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھنا حضرت کا معمول تھا۔ (سفینۃ الاولیاء صفحہ ۲۰۷)

قرآن شریف کی تلاوت روز کا معمول تھا۔

فقر و فاقہ

کئی کئی دن گزر جاتے گھر میں کچھ نہ ہوتا کہ جس سے روزہ کھولیں۔ اکثر پانی کے ایک گھونٹ سے افطار کرتیں۔ اور خدا کا شکر بجا لاتیں۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ حضرت نے سات سات روز کچھ نہیں کھایا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت کچھ کھانا چاہتی تھیں کہ اتنے میں سائل آیا۔ حضرت نے خود نہیں کھایا اور کھانا سائل کو اٹھا کر دے دیا۔

حضرت کی عبادت و ریاضت کو دیکھ کر لوگ بہت متاثر ہوتے تھے آپ کا یہ جوش عبادت دیکھ کر ایک شخص نے حضرت سے پوچھا:

''آپ جس کی عبادت کرتی ہو اسے دیکھتی بھی ہو یا نہیں؟''۔

حضرت نے جواب دیا۔

''اگر اسے نہ دیکھتی تو عبادت ہرگز نہ کرتی''۔

حضرت اس کی عبادت کرتی تھیں جو حضرت کو نظر آتا تھا۔

حضرت سفیان ثوری ایک مرتبہ جو حضرت کے پاس گئے تو انہوں نے رات

وہیں گزار دی۔ حضرت صبح تک نماز میں مشغول رہیں۔ اور حضرت سفیان ثوری دوسری جگہ نماز پڑھتے رہے۔

جب صبح ہوئی تو حضرت خوش نظر آئیں وہ اس بات پر خوش تھیں کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

حضرت نے نہایت جوش وخروش کے ساتھ فرمایا:

''عبادت کی توفیق عطا کئے جانے پر ہم کسی طرح معبود حقیقی کا شکر ادا نہیں کر سکتے اور میں بطور شکرانہ کل کا روزہ رکھوں گی''۔

حضرت راز و نیاز کی حالت میں یہ دعا کرتیں تھی:

''یا خدا! اگر روز محشر تو نے مجھے نار جہنم میں ڈالا تو میں تیرا ایک ایسا راز افشاء کردوں گی جس کو سن کر جہنم مجھ سے ایک ہزار سال کی مسافت پر بھاگ جائے گی''۔

اکثر آپ یہ دعا کرتی تھیں:

''دنیا میں میرے لئے جو حصہ متعین کیا گیا ہے وہ اپنے معاندین کو دیدے اور جو حصہ عقبیٰ میں مخصوص ہے وہ اپنے دوستوں میں تقسیم فرما دے۔ کیوں کہ میرے لئے تو صرف تیرا وجود ہی بہت کافی ہے''۔

ایک مرتبہ حضرت عبادت میں مشغول تھیں۔ آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی۔ اور آپ جوش میں کہنے لگیں:

''اگر میں جہنم کے ڈر سے عبادت کرتی ہوں تو مجھے جہنم میں جھونک دے اور اگر خواہشِ فردوس وجہء عبادت ہو تو فردوس میرے لئے حرام فرمادے۔ اور اگر میری پرستش صرف تمنائے دیدار کے لئے ہو تو پھر اپنے جمال عالم افروز سے مشرف فرمادے۔

لیکن اگر تو نے مجھے جہنم میں ڈال دیا تو میں یہ شکوہ کرنے میں حق بجانب ہوں گی

کہ دوستوں کے ساتھ دوستوں ہی جیسا برتاؤ ہونا چاہئے“۔

غائب سے آواز آئی:

”تو ہم سے بدظن نہ ہو۔ ہم تجھے اپنے دوستوں کے قرب میں جگہ دیں گے۔ جہاں تو ہم سے ہم کلام ہو سکے گی“۔

ایک مرتبہ حضرت نے بارگاہ ایزدی میں اس طرح عرض کیا:

”میرا کام تو بس تجھے یاد کرنا ہے اور آخرت میں تمنائے دیدار لے کر جانا ہے“۔

”ویسے مالک ہونے کی حیثیت سے تو مختار کل ہے“۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ حضرت پر گریہ طاری ہوا۔ اسی حالت میں حضرت بار بار کہتی تھیں:

”مجھے یا تو حضوری قلب عطا فرما یا پھر بے رغبتی کی عبادت کو قبولیت عنایت کر دے“۔

باب ۷

راز و نیاز

حضرت کو حج کرنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ حضرت نے ایک گدھے کا انتظام کیا۔ اور اپنا مختصر سا سامان گدھے پر لاد کر قافلے کے ساتھ ہولیں۔ گدھا نحیف اور کمزور تھا۔ راستے میں وہ گدھا مر گیا۔ قافلے والوں نے حضرت سے کہا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے اپنا سامان ہمیں دے دیجئے ہم لے چلیں گے۔

حضرت کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ آپ نے قافلے والوں سے کہا:

''تم لوگ اپنا راستہ لو۔ میں تمہارے بھروسہ پر گھر سے نہیں نکلی ہوں''۔

یہ سن کر قافلے والے خاموش ہو گئے۔ حضرت کو تن تنہا جنگل میں چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ اب حضرت جنگل میں اکیلی تھیں۔ حضرت کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک دریا رواں تھا۔ بظاہر کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ لیکن حضرت کو کارساز حقیقی پر پورا بھروسہ تھا۔ حضرت نے بارگاہ ایزدی میں یوں عرض کیا:

''اے پروردگار! کیا ایک غریب' عاجز اور نادار عورت کے ساتھ بادشاہ ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں۔ مجھے اپنے گھر بلایا۔ اور راستے میں میرے گدھے کو مار ڈالا۔ اور مجھے جنگل میں اکیلا اور تنہا چھوڑ دیا''۔

(سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ ۲۰۰)

ابھی حضرت راز و نیاز کی باتوں میں مصروف ہی تھیں کہ حضرت کا گدھا زندہ

ہوگیا اور ایک دم کھڑا ہوگیا۔ حضرت نے خوشی خوشی اس پر اپنا سامان لادا اور مکہ معظمہ کی راہ لی۔

مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت نے ایک ویران جگہ میں کچھ دن قیام کیا دوران قیام حضرت نے ایک دن خداوند تعالیٰ سے اس طرح التجا کی:

"میں اس لئے دل گرفتہ ہوں کہ میری تخلیق تو خاک سے ہوئی ہے اور کعبہ پتھر سے تعمیر کیا گیا۔ لہٰذا میں تجھ سے بلا واسطہ ملاقات کی متمنی ہوں"۔

دوست کا دوست سے اس طرح خطاب ہوا:

"اے رابعہ! کیا نظام عالم درہم برہم کر کے تمام اہل عالم کا خون اپنی گردن پر لینا چاہتی ہے اور کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی خواہش کی اور ہم نے اپنی تجلیات میں سے ایک چھوٹی سی تجلی کوہ طور پر ڈالی تو وہ پاش پاش ہوگیا"۔

ایک مرتبہ حضرت مکہ معظمہ جارہی تھیں۔ مکہ معظمہ سے کچھ فاصلے پر ایک جنگل میں حضرت فروکش ہوئیں۔ کیا دیکھتی ہیں کہ خانہ کعبہ استقبال کے لئے وہاں آگیا ہے۔ حضرت نے یہ دیکھ کر فرمایا:

"مجھ کو صاحب خانہ درکار ہے۔ خانہ کعبہ کا کیا کروں گی۔"

(سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ ۲۰۸)

آپ نے یہ بھی فرمایا:

"مجھے مکان کی حاجت نہیں بلکہ مکین کی ضرورت ہے' کیونکہ مجھے حسن کعبہ سے زیادہ جمال خداوندی کے دیدار کی تمنا ہے"۔

(تذکرۃ الاولیاء (اُردو ترجمہ) صفحہ ۴۴)

جب ابراہیم بن ادھم کو خانہ کعبہ کی زیارت کے شوق نے بے تاب کیا تو وہ حالت اضطراب میں ذوق وشوق کے جذبے سے متاثر ہوکر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دیدہ ودل کو راہ میں بچھاتے ہوئے وہ اس طرح فاصلہ طے کرتے چلے کہ ہر

قدم پر دو رکعت نماز پڑھتے جاتے تھے۔

اس انداز سے اس طرح سفر کرتے ہوئے وہ چودہ سال کی طویل مدت میں مکہ معظمہ تک پہنچے۔ مگر جب وہ مکہ معظمہ پہنچے تو دیکھا کہ خانہ کعبہ اپنی جگہ پر نہیں ہے۔ انہوں نے سوچا کہ شاید ان کی بینائی جاتی رہی ہے۔ حیرت سے کہنے لگے۔

''سبحان اللہ! کیا میری بینائی جاتی رہی ہے۔ کیا میری آنکھ میں کچھ خرابی ہے۔ میں بڑی امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ یہاں آیا ہوں۔ ذوق و شوق اور جوش و خروش کے سہارے یہاں تک پہنچا ہوں۔ جس مقصد کے لئے یہ دور دراز کا سفر ایک طویل مدت میں طے کیا ہے وہ مقصد یہاں پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا خانہ کعبہ کی زیارت کو آیا ہوں اور خانہ کعبہ کو یہاں نہیں پاتا۔ کیا ماجرا ہے''۔

بارگاہ ایزدی میں اتنا عرض کر کے ابراہیم بن ادھم خاموش ہوئے ہی تھے کہ غیب سے آواز آئی۔

''ارے ابراہیم! یہ خیال نہ کرو کہ تمہاری بینائی جاتی رہی ہے یا تمہاری آنکھ میں کوئی خرابی ہے جو تم نے دیکھا ویسا ہی ہے۔ خانہ کعبہ اس وقت اپنی جگہ پر نہیں ہے۔ اصلی بات یہ ہے کہ خانہ کعبہ اس وقت ہمارے ایک دوست کے استقبال کو گیا ہوا ہے۔ وہ ہماری دوست ایک ضعیف عورت ہے' تم انتظار کرو''۔

حضرت ابراہیم بن ادھم نے جب یہ سنا تو بہت حیران ہوئے۔ سوچنے لگے کہ آخر وہ کون ضعیف عورت ہے جس کا ایسا بلند و بالا مرتبہ ہے کہ خانہ کعبہ اس کے استقبال کو جاتا ہے۔ وہ ضعیف عورت کتنی خوش قسمت ہے کہ خدائے بلند و برتر نے اس کو اپنا دوست کہہ کر پکارا ہے۔

اس سوچ بچار میں تھے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت

(حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہا) افتاں خیزاں لاٹھی کے سہارے چلی آ رہی ہیں۔ ان کے آتے ہی خانہ کعبہ اپنی جگہ واپس آ گیا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم حضرت کو دیکھ کر ان سے یوں مخاطب ہوئے:

''ارے تم! تم نے سارے جہان میں شور مچا رکھا ہے''۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے یہ سن کر ان کو نہایت لاپروائی سے جواب دیا۔

''میں نے جہان میں کب شور مچا رکھا ہے۔ شور تو تم نے دنیا میں مچا رکھا ہے کہ چودہ سال دیر کر کے خانہ کعبہ پہنچے ہو''۔

حضرت نے یہ سن کر کہا:

''ہاں ایسا ہی ہے۔ چودہ سال تک ہر قدم پر نماز پڑھتا ہوا راستہ طے کرتا رہا' اور اب چودہ سال میں منزل مقصود پر پہنچا ہوں''۔

حضرت نے جو یہ سنا تو فرمایا:

''تم نے نماز میں راستہ طے کیا اور میں نے نیاز میں''۔

(سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ ۲۰۰)

حضرت نے نماز اور نیاز کے باریک مسئلے کی اس خوبی سے وضاحت کی کہ حضرت ابراہیم بن ادھم جیسے عارف باللہ بھی حیرت میں رہ گئے۔

حضرت نے حج کرنے کے بعد بارگاہ ایزدی میں تضرع و انکساری کے ساتھ عرض کیا:

''تو نے حج پر بھی اجر کا وعدہ فرمایا ہے اور مصیبت پر صبر کرنے پر بھی۔ لہٰذا اگر تو میرا حج قبول نہیں فرماتا تو پھر مصیبت پر صبر کرنے ہی کا اجر عطا کر دے' کیونکہ حج کی عدم قبولیت سے بڑھ کر اور کونسی مصیبت ہو سکتی ہے''۔

حج سے فارغ ہو کر حضرت بصرہ واپس تشریف لائیں اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئیں۔ حضرت کو پھر حج کرنے کا خیال ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ پچھلی مرتبہ تو

کعبہ نے میرا استقبال کیا تھا اور اب میں اس مرتبہ کعبہ کا استقبال کروں گی۔ چنانچہ آپ حج کے لئے روانہ ہوئیں اور اس طرح روانہ ہوئیں کہ:

''چوں وقت در آمد شیخ ابو علی فارمدی نقل می کند کہ ادے بادیہ نہاد و ہفت سال پہلوے گردید تا بعرفات رسید'' (تذکرۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ ۶۲)

یعنی شیخ علی فارمدی بیان کرتے ہیں کہ جب وقت آیا تو آپ نے جنگل میں جا اکر کروٹ کے بل لڑھکنا شروع کر دیا اور مکمل سات سال کے عرصے میں عرفات پہنچیں۔

وہاں پہنچ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے ایک غیبی آواز سنی کہ:

''اس طلب میں کیا رکھا ہے اگر تو چاہے تو ہم اپنی تجلی سے بھی نواز سکتے ہیں''

یہ غیبی آواز سن کر حضرت نے عرض کیا کہ:

''مجھ میں اتنی قوت و سکت کہاں۔ البتہ رتبہ فقر کی متمنی ہوں۔ رتبہ فقر کی آرزومند ہوں''۔

آپ کی تمنا اور آرزو کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

''فقر ہمارے قہر کے مترادف ہے جس کو ہم نے صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دیا ہے جو ہماری بارگاہ سے اس طرح متصل ہو جاتے ہیں کہ سر مو فرق باقی نہیں رہتا۔ پھر ہم انہیں لذت وصال سے محروم کر کے آتش فراق میں جھونک دیتے ہیں' لیکن اس کے باوجود ان پر کسی قسم کا حزن و ملال نہیں ہوتا بلکہ حصول قرب کے لئے از سر نو سرگرم عمل ہو جاتے ہیں''۔

پھر حضرت کو یہ بات بتائی گئی:

''مگر تو ابھی دنیا کے ستر پردوں میں ہے۔ اور جب تک ان پردوں سے باہر آ کر ہماری راہ میں گامزن نہ ہو گی' اس وقت تک تجھے فقر کا نام بھی نہ

لینا چاہئے"۔

پھر آپ نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے کہ ذرا ادھر دیکھ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے جب ادھر دیکھا تو آپ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ لہو کا ایک ظہر بے کراں ہوا میں معلق ہے۔ اتنے میں آپ نے ایک غیبی آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے کہ

"ہمارے ان عشاق کی چشم خونچکاں کا دریا ہے جو ہماری طلب میں چلے اور پہلی ہی منزل میں اس طرح پا شکستہ ہو کر رہ گئے کہ ان کا کہیں سراغ نہیں ملتا"۔ (تذکرۃ الاولیاء (اردو ترجمہ صفحہ ۴۵)

یہ سن کر حضرت نے عرض کیا کہ:

"ان عشاق کی ایک صفت کا مجھے بھی مظاہرہ کرا دے"۔

آپ نے اتنا ہی کہا تھا کہ:

"در وقت عذر زنانش پدید آمد"۔

یعنی عین اسی وقت نسوانی معذوری ہو گئی۔

حضرت نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ:

"ان کا مقام یہی ہے جو سات برس تک پہلو کے بل لڑھکتے ہیں تا کہ خدا تک رسائی میں ایک حقیر سی علت ان کی راہوں کو مسدود کر کے رکھ دے"۔

حضرت واپس تشریف لا کر بصرہ میں رہنے لگیں اور عبادت و ریاضت میں ہمہ تن مشغول رہ کر دن رات گزارنے لگیں۔

باب ۸

اَوصاف و کمالات

حضرت پیکر رضا و تسلیم تھیں۔ زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھیں۔ توکل ان کا شعار تھا۔ قناعت ان کی دولت تھی۔ کسی سے سوال کرنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ حضرت ایک بلند پایہ عارفہ اور ولیہ تھیں۔

حضرت ہر وقت خوف خدا سے کانپتی رہتی تھیں۔ حزن والم اور رنج و غم ان کو عزیز تھے۔ آنکھوں میں ہر وقت آنسو بھرے رہتے تھے۔ حضرت کے چہرہ مبارک سے حزن و الم کے آثار نمایاں تھے۔

حضرت زاہدہ بھی تھیں اور عابدہ بھی تھیں۔ دنیا کو ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ حضرت نفس سے ہر وقت برسر پیکار رہتی تھیں۔ نفس کی کوئی خواہش یا آرزو پوری نہیں کرتی تھیں۔ حضرت نے ساری عمر یاد الٰہی میں گزاری۔ حضرت نے شادی نہیں کی۔

کبھی ایسا ہوتا تھا کہ حضرت کو کئی کئی روز کے فاقے ہوتے تھے۔ لیکن حضرت خاموشی سے برداشت کرتیں۔ شکر بجا لاتیں اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتیں۔ حضرت نے ترک و تجرید کی ایک اعلیٰ مثال قائم کی۔

حضرت کو اپنے فقر پر فخر تھا۔ حضرت فقر کی دولت کو عزیز رکھتی تھیں۔ فقر ہی سے اولیاء نے فخر حاصل کیا۔

حضرت اویس قرنی ؓ فرماتے ہیں:

’’فخر طلب کیا تو فقر میں پایا‘‘۔ (تذکرۃ الاولیاء)

حضرت ابوذر غفاری ؓ کے نزدیک:

’’فقر غنا سے اور بیماری وصحت سے زیادہ محبوب ہے‘‘۔ (کشف المحجوب ۱۲)

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے خیال میں فقیر کی شان یہ ہے کہ

’’نہ ہونے کے وقت اطمینان ہو اور موجود ہونے کے وقت اضطراب ہو‘‘۔

(عوارف المعارف ۱۲)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں:

’’سالک مقام فقر میں نہیں پہنچتا جب تک تارک ملک واسباب نہ ہو‘‘۔

(نفحات الانس ۱۲)

حضرت شیخ محمد ابوالمواہب نے فقر کی تعریف اس طرح کی ہے کہ:

’’بہ اعتبار ہر چیز کے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے مقام فقر زیادہ کامل ہے کہ اس میں زیادتی کی طلب نہیں ہے‘‘۔ (طبقات الکبریٰ ۱۲)

حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فقر کی اس طرح وضاحت کی ہے کہ:

’’فقر جوہر ہے اور ماسوائے فقر عرض ہے اور فقر شفا ہے۔ ماسوائے فقر مرض ہے‘‘۔ (طبقات الکبریٰ ۱۲)

حضرت اولیاء اللہ کے اس طبقہ سے تھیں جس کے متعلق حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے لکھا ہے:

’’بعض اسباب دنیا کو باوجود اس کے کہ ان کے تحت وتصرف میں ہو اپنی ملک نہیں خیال کرتے۔ جو آتا ہے اس کو بغیر امید عوض ایثار کرتے ہیں اور بعض اپنی طاعت اور ریاضت کو بھی اپنی ملک نہیں جانتے اور نہ معاوضہ کی امید رکھتے ہیں۔ بعض ہر دو اوصاف کے علاوہ اپنی ذات اور ہستی کو بھی ہستی حضرت واجب الوجود تصور کرتے ہیں اور یہ منتہائے مرتبہ فقر ہے کہ

نہ ان کی ذات ہے نہ صفات نہ حال نہ مقام ہے، نہ فعل ہے نہ اثر۔
ہر دو عالم کے لئے کچھ نہیں رکھتے۔ محو فی الحو اور محق فی الحق ہیں اور انہیں
فقرائے کاملین کی یہ شان ہے۔ (عوارف المعارف ۱۲)
''الفقراء الا یحتاج الی اللہ''۔

حضرت کا نظریہ حیات عارفانہ تھا۔ فقر آپ کو پیارا تھا۔ یاد الٰہی زندگی کا سہارا تھا۔ آپ کے نزدیک اگر راحت ہے تو ناامیدی میں ہے، اگر نجات کی تلاش ہے تو وہ خاموشی میں ہے۔ اگر عافیت کی طلب ہے تو وہ زہد میں ہے۔ اگر جنت کی خواہش ہے تو وہ حق کے ساتھ رہنے میں ہے۔ اگر حیات کی جستجو ہے تو وہ خدا کی یاد میں ہے۔ اگر شرمندگی سے بچنا ہے تو بندگی کرنا ہے۔ اگر خیانت کے الزام سے سبکدوش ہونا ہے تو خدا کے عطیات کا احسان ماننا ہے۔ اگر عزت چاہئے تو وہ قناعت میں ہے۔ اگر خوشی چاہئے تو وہ خلوت میں ہے۔

سامان

حضرت رحمۃ اللہ علیہا کے پاس کوئی ساز و سامان نہ تھا۔ حضرت کے پاس ایک مٹی کا پیالہ تھا جس میں پانی پیتی تھیں۔ اور جس سے وضو کرتی تھیں۔ ایک پھٹی ہوئی چٹائی تھی۔ جس پر حضرت آرام فرماتی تھیں اور جس پر نماز پڑھتی تھیں اور عبادت کرتی تھیں۔ ایک مٹی کی ہانڈی تھی جس میں کبھی کبھی کچھ پکا لیا کرتی تھیں۔ ایک اینٹ تھی جو تکیہ کا کام دیتی تھی اور جس کو حضرت سر کے نیچے رکھ لیتی تھیں۔

علمی ذوق

حضرت نے قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ حدیث پر حضرت کو عبور حاصل تھا۔ حضرت نے حب الٰہی کی نغمہ سرائی نثر اور نظم میں کی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہا شاعرہ بھی تھیں۔

گریہ وزاری

حضرت کی آنکھیں ہمیشہ تر رہتی تھیں۔ لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ آخر آپ کس وجہ سے اتنی گریہ وزاری کرتی ہیں۔

رونے کی وجہ

ایک صاحب دل نے حضرت کو روتا ہوا دیکھ کر تعجب سے حضرت سے کہا:

''آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتی ہیں۔ پھر آپ کو کیا ڈر؟ آپ پھر کیوں اتنا روتی ہیں؟''۔

حضرت نے اس شخص کو جواب دیا:

''مجھے اپنی کوتاہیوں پر شرم آتی ہے کہ میں کس طرح شفیع روز جزا کے سامنے جا سکوں گی''۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خواب میں اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اور آپ سے دریافت کیا:

''کیا تو مجھے محبوب رکھتی ہے؟''۔

آپ نے نہایت عاجزی وانکساری سے عرض کیا کہ:

''وہ کون بدنصیب ہوگا جو آپ کو محبوب نہ رکھتا ہو۔ لیکن میں تو حب الٰہی میں ایسی غرق ہوں کہ اس کے سوا کسی کی محبوبیت کا تصور تک بھی نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ مجھ میں کسی کی محبوبیت کا احساس تک باقی نہیں''۔

شادی نہ کرنے کی وجوہات

حضرت نے شادی نہیں کی۔ جب آپ سے شادی نہ کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے بتایا کہ:

"مجھے تین باتوں کا اندیشہ ہے اگر ان تین باتوں سے فراغت حاصل کروں تو مجھے نکاح کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے"۔

جب آپ سے پوچھا گیا کہ آخر وہ کون سی باتیں ہیں جن کا آپ کو اندیشہ ہے' تو آپ نے بتایا کہ:

"پہلی بات جس کا مجھے اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ مرتے وقت میں ایمان ساتھ لے جاؤں گی یا نہیں"۔

لوگوں نے یہ جواب سن کر کہا کہ اس کے متعلق کوئی کہہ سکتا ہے اور کسی کو کیا معلوم حضرت سے جب دوسری وجہ پوچھی گئی تو حضرت نے فرمایا:

"دوسری بات جس کا مجھے اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ میرا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں"۔

لوگوں نے یہ سن کر کہا کہ اس کے متعلق بھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اس بارے میں ہمیں کچھ علم نہیں۔

حضرت سے جب تیسری وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

"تیسری بات جس کا مجھے اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ایک گروہ کو بہشت میں دائیں طرف سے لے جائیں گے اور دوسرے گروہ کو بائیں طرف سے دوزخ میں لے جائیں گے۔

میں کس جانب ہوں گی؟ مجھے اس کی فکر لاحق رہتی ہے"۔

لوگوں نے جب یہ سنا تو کہا کہ اس کے متعلق ہم کیا بتائیں۔ ہمیں تو اس کے متعلق کچھ بھی نہیں معلوم۔

اس کے بعد حضرت نے کچھ سوچا اور پھر فرمایا:

"جس عورت کو اس قدر غم ہوں اور اتنی باتوں کی فکر ہو' بھلا وہ عورت شوہر کی خواہش کیسے کر سکتی ہے"۔

سوال و جواب

ایک مرتبہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے زور دیتے ہوئے کہا:

''شادی کیوں نہیں کرتیں''۔

آپ نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سوال کا جواب اس طرح دیا۔

''عقد نکاح اس کے لئے ہے جس کا وجود ہو۔ یہاں تو وجود ہی نہیں اور میں تو اپنے آپ کی مالک ہی نہیں' حق تعالیٰ کی مملوکہ ہوں' اور اسی کے حکم کے سایہ میں ہوں۔ اس بارے میں خطاب اس کو کرنا چاہیئے جو خود کی مالک ہو''۔

انکساری

حضرت یعقوب بن حارث بصری رحمۃ اللہ علیہ اکثر آپ کے (حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا) پاس جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جب وہ آپ کے پاس گئے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہا سے یہ درخواست کی:

''میں سراپا معصیت ہوں''۔ مجھے کچھ نصیحت کیجئے''۔

آپ نے حضرت یعقوب بن حارث بصری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:

''بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم مجھ سے نصیحت چاہتے ہو''۔

''اے حارث! تم پرہیزگار ہو۔ تمہیں میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے؟''

اتنا فرما کر حضرت خاموش ہوگئیں اور پھر فرمایا:

''میں عورت ہوں۔ کمزور ہوں۔ ناتواں ہوں مجھ سے ضرور غلطیاں ہوتی ہیں۔ اگر میرا رب مجھ سے ناراض ہوگیا تو میں کیا کروں گی''۔

اتنا کہہ کر آپ رونے لگیں۔ اور اتنا روئیں کہ آنسوؤں کا دریا بہہ گیا۔

آپ کو روتا دیکھ کر حضرت یعقوب بن حارث بصری رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ سوچنے لگے:

اللہ اکبر! جس خاتون کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی عبادت کے لئے وقف ہے' جو حضور سرورِ عالم کو ماں' باپ دوست' احباب' استاذ' مرشد اور ساری دنیا سے زیادہ چاہتی ہے'
جو زندگی کے ہر کام میں اللہ کی رضا مندی کو سامنے رکھتی ہے' جو اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتی'

جس کی پیشانی صرف اللہ کو سجدہ کرنے کے لئے ہے'
جو تمام اطاعتوں' فرماں برداریوں اور بندشوں سے بے نیاز ہے'
جو تمام تسلیم و رضا کی اعلیٰ ترین منزل ہے'

جو صرف اللہ کے لئے تمام رشتوں کو منقطع کر چکی ہے' جو ہر وقت شہنشاہ حقیقی کی رضا مندی چاہتی ہے' جو کسی فانی جلال و جبروت کا اثر قبول نہیں کرتی'

جو دنیائے ریاضت میں عزت و کامرانی حاصل کر چکی ہے' جس کے پاک دل میں عشق الٰہی کے شعلے بلند ہیں جو سچائی پر شیفتہ اور راست بازی پر فریفتہ ہے' جو دنیا کی لذتوں اور راحتوں سے بے فکر ہے'

جو آسمانی حکومت کی بہترین وفادار ہے' جس پر اللہ کے فرشتے اپنے نورانی پروں کو پھیلائے ہوئے رحمت نازل کرتے ہیں' جس کی پاک زندگی رضائے الٰہی کے لئے قربانیوں سے معمور ہے' جو احکام حق کی بہترین داعی ہے'

جس کے قدمِ پاک حرص و ہوس کی بوجھل زنجیروں سے نا آشنا ہیں۔ جس کی درد میں بھری ہوئی آہوں کا فاران کی چوٹیوں پر احترام ہوتا ہے' جس کے سر پر اللہ کریم کی رحمت و راحت کے بادل چھائے ہوئے ہیں' وہ اللہ کے ڈر سے اس قدر ہراساں ہے تو بھلا یعقوب کس شمار و قطار میں ہے' اور کس بات پر ناز کر سکتا ہے۔

راضی برضا

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے دریافت کیا:

''آپ کو سب سے زیادہ کس چیز کی خواہش ہے؟''

حضرت یہ سن کر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح مخاطب ہوئیں۔

''سفیان تم عقل مند ہو اور سمجھ دار ہو' پھر ایسی باتیں کیوں کرتے ہو۔ بارہ سال سے مجھے خرمے کھانے کی خواہش ہے اور تم بخوبی جانتے ہو کہ خرمے یہاں کتنے سستے اور ارزاں ہیں اور کتنی بے قدری سے بکتے ہیں' لیکن بارہ برس گزر گئے اور میں نے خرمے اب تک نہیں کھائے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں غلام ہوں اور غلام کو خواہش سے کیا مطلب اگر میں کسی چیز کی آرزو کروں اور وہ میری آرزو میرے خدا کو پسند نہ ہو تو یہ کفر ہے''۔

زخموں کا مرہم

آپ بہت رویا کرتی تھیں۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا:

''آپ اس قدر کیوں روتی ہیں؟ آپ بظاہر تندرست معلوم ہوتی ہیں۔ آپ کو کیا تکلیف ہے جس کی وجہ سے آپ اتنا روتی ہیں؟''

حضرت نے ان لوگوں کو بتایا:

''تم نہیں جانتے اور تم لوگ نہیں دیکھتے میرے سینے میں ایک ایسی تکلیف ہے کہ میں ہی جانتی ہوں۔ میری بیماری کا علاج دنیا کا کوئی طبیب نہیں جانتا۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے زخموں کا مرہم اس کا (خداوند تعالیٰ) وصال ہے۔ میں بہانہ کی تلاش میں ہوں تا کہ کل روز قیامت عقبیٰ میں اپنے مقصد کو پہنچوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں غم زدوں کی سی شکل بناتی ہوں' کیونکہ اس سے کم تو نہ ہونا چاہیے''۔

رنج والم کی کیفیت

حضرت کو کسی نے ہنستے یا مسکراتے نہیں دیکھا۔ رنج والم کے آثار چہرہ مبارک سے نمایاں تھے۔ حضرت کے متعلق یہ مشہور ہے کہ:

''حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا ہروقت مغموم اور ملول رہا کرتی تھیں ان کی آنکھیں اشکبار رہتی تھیں۔ جب وہ عذاب دوزخ کا ذکر سنتی تو دیر تک اس کی دہشت سے بے ہوش رہتی تھیں۔ ہوش میں آنے پر لگا تار توبہ کرنے لگتیں۔ ان کی سجدہ گاہ ہمیشہ آنسوؤں سے تر رہتی تھی''۔ (طبقات الکبریٰ)

حب اور حزن

حضرت حب اور حزن دونوں کو عزیز رکھتی تھیں۔ حضرت کے حب اور حزن میں ربط تھا اور وہ اس طرح سے تھا:

''حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا میں حزن و الم کے جو گہرے نقوش پائے جاتے ہیں اگر انہیں نگاہ تعمق سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ بھی تمام تر حب کا نتیجہ ہیں جو حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے تھی''۔

''تصوف اسلامی کے ہیکل میں جس ہستی نے سب سے پہلے حب الٰہی کو ایک مستقل اور محکم مسلک کی صورت میں پیش کیا۔ وہ صرف حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا ہیں۔ انہوں نے ایسے آثار ونقوش چھوڑے ہیں جو ان کے حزن و الم کی محبت الٰہی کی صورت میں صحیح تعبیر اور تفسیر کا کام دیتے ہیں''۔

''سیدہ رابعہ کا شمار اسلام کے عاشقین اور محزونین میں ہے۔ انہوں نے متصوفانہ ادب کا آغاز کیا۔ اور نظم ونثر کے ایسے موتی بکھیرے جن کی آب وتاب اب تک قائم ہے اور ہمیشہ رہے گی''۔

آتش عشق

ایک رات کا واقعہ ہے کہ ایسا ہوا کہ عشق الٰہی کے جذبہ سے معمور ہو کر شوق و اشتیاق کی حالت میں حضرت ایسی وارفتہ ہوئیں کہ چیخنے لگیں اور کہنے لگیں۔

"الحریق ۔ الحریق"۔

آس پاس کے لوگوں نے جب حضرت کی آواز سنی تو وہ سمجھے کہ حضرت کے کپڑوں میں آگ لگ گئی ہے۔ اس وجہ سے وہ چلا رہی ہیں وہ فوراً اپنے اپنے گھروں سے آگ بجھانے کے لئے باہر نکل پڑے۔ اتنے میں ایک صاحب نظر بزرگ کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ لوگوں کا اضطراب و بے چینی دیکھ کر متعجب ہوا اور اس طرح گویا ہوا:

"کیسے بے وقوف ہیں یہ لوگ جو رابعہ کی آگ بجھانے آئے ہیں اس کے سینے میں عشق کی آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ یہ آگ تو وصال دوست کے سوا نہیں بجھے گی"۔ (دلیل العارفین)

فراق کا ڈر

لوگوں کے یہ پوچھنے پر کہ:

"آپ اس قدر کیوں روتی ہیں اور کس لئے روتی ہیں؟"

حضرت نے ان کو بتایا کہ:

"بات یہ ہے کہ میں فراق سے ڈرتی ہوں۔ کیونکہ اس کی خوگر ہو گئی ہوں میں ڈرتی ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ مرتے وقت یہ صدا آئے کہ تو ہماری درگاہ کے قابل نہیں ہے"۔

نذرانہ قبول کرنے سے انکار

حضرت ایک مرتبہ بیمار ہوئیں۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو جب آپ

کی علالت کا معلوم ہوا تو وہ حضرت کی مزاج پرسی کے لئے حضرت کی جائے رہائش پر پہنچے وہاں کیا دیکھا کہ ایک مالدار شخص درہم و دینار سے بھری ایک تھیلی ہاتھ میں لئے کھڑا ہے اور زار و قطار رو رہا ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو روتا دیکھ کر اس سے رونے کی وجہ پوچھی۔

اس شخص نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک رازدارانہ لہجے میں کہا:

''بات یہ ہے کہ میں حضرت رابعہ کے لئے نذرانہ لایا ہوں۔ یہ نذرانہ میں ان کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ وہ میرا نذرانہ قبول نہیں فرمائیں گی۔ میرے رونے کی یہ وجہ ہے''۔

اتنا کہہ کر وہ شخص خاموش ہوگیا۔ پھر حضرت خواجہ حسن بصری سے عجز و عاجزی سے امداد کا طالب ہوا اور عرض و معروض کرنے لگا:

''میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ حضرت رابعہ سے میری سفارش فرمائیں کہ وہ از راہِ رحم و کرم میرا نذرانہ قبول فرمائیں اگر انہوں نے قبول کرلیا تو میرے حال پر عین نوازش ہوگی۔ میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا''۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کی التجا سے متاثر ہوئے۔ حضرت کے پاس پہنچتے ہی انہوں نے اس شخص کے نذرانہ لانے کا ذکر کیا اور اس شخص کا پیغام پہنچا کر آپ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا وہ پیغام سن کر حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ناصحانہ انداز میں مخاطب ہوئیں:

''خداوند تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ جو کوئی اسے (خداوند تعالیٰ) برا کہتا ہے وہ اس کی روزی بند نہیں کرتا۔ اور جس کی زندگی اسی کی محبت کے دم سے ہو تو

اسے وہ بغیر رزق کے ہی زندہ رکھ سکتا ہے۔ جب سے میں نے اسے دیکھ لیا ہے تمام مخلوق سے منہ پھیر لیا ہے"۔

پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

"اچھا اب تم ہی بتاؤ۔ جس شخص کو میں جانتی ہی نہیں اس کا مال میں کیسے لے لوں۔ کیا خبر وہ حلال ہے یا حرام"۔

شانِ بے نیازی

حضرت مخلوق سے بے نیاز تھیں۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک بزرگ حضرت سے ملنے آئے۔ انہوں نے جب یہ دیکھا کہ حضرت کے کپڑے نہایت ہی بوسیدہ اور پھٹے ہوئے ہیں تو انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہا سے عرض کیا کہ:

"اگر آپ ذرا بھی کسی کو اشارہ کردیں تو وہ فوراً آپ کے لئے کپڑے لا کر پیش کردے۔ اور وہ اس کو اپنی خوش قسمتی سمجھے۔"

حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے یہ سن کر ایسا جواب دیا کہ وہ بزرگ خاموش ہو گئے۔

حضرت نے فرمایا:

"مجھے شرم معلوم ہوتی ہے کہ کسی سے دنیا طلب کروں۔ دنیا تو اس کی (خداوند تعالیٰ) ملکیت ہے۔ پھر کسی دوسرے سے طلب کیسے کروں اس کے ہاتھ میں تو دنیا ایک عاریتی و مستعار چیز ہے"۔

(سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ ۲۰۸)

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ گھر میں کچھ نہیں تھا۔ حضرت رزاق عالم کی مہمان تھیں۔ سات دن تک برابر فاقہ کیا۔ نہ دن کو کچھ کھایا نہ رات کو۔ حضرت بے حد کمزور ہو گئیں ساتویں دن حضرت کی یہ حالت ہو گئی کہ بھوک کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا بھی دشوار ہو گیا۔ نفس شاکی ہوا کہ آخر مجھے کب تک تکلیف میں رکھا جائے

گا۔

حضرت نے صبر و شکر کے ساتھ دن گزارے۔ آخر کار ساتویں دن ایک شخص کھانا لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے کھانا لے لیا۔ گھر میں اندھیرا تھا۔ حضرت نے چراغ جلانا چاہا کہ اتنے میں ایک بلی آئی اور اس نے کھانا پھینک دیا۔ حضرت نے یہ دیکھ کر پانی سے روزہ افطار کرنا چاہا۔ کوزہ اٹھایا تو چراغ گل ہو گیا۔ گھر میں اندھیرا ہو گیا۔ حضرت نے چاہا کہ اندھیرے ہی میں پانی سے روزہ کھول لیں۔ کوزہ جو اٹھایا وہ ہاتھ سے گر گیا اور ٹوٹ گیا۔ کوزہ کا پانی بھی گر گیا۔

حضرت افسردہ خاطر ہوئیں اور حضرت نے دردبھری آواز میں بارگاہ رب العزت میں عرض کیا۔

''الٰہی! یہ کیا بھید ہے؟''

آپ نے یہ جاننا چاہا کہ:

''کہ میرے ساتھ یہ کیسا معاملہ کیا جا رہا ہے؟''

غیب سے ندا آئی:

''اے رابعہ! اگر تو چاہتی ہے کہ دنیا کی نعمتیں تیرے لئے وقف کردوں تو پھر تیرے دل سے میں اپنا غم واپس لے لوں گا' کیونکہ میرا غم اور دنیا کی نعمت ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے''۔

''اے رابعہ! تیری بھی ایک مراد ہے اور میری بھی ایک مراد ہے دونوں مرادیں ایک جگہ اکٹھی نہیں ہو سکتیں''۔

یہ آواز سن کر حضرت پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے قطعی طور پر یہ طے کرلیا کہ دنیائے دوں سے ربط ضبط نہیں رکھیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے خیال و مشاہدہ میں گم رہیں گی۔

حضرت اپنی حالت اس طرح بیان فرماتی ہیں:

''جب میں نے یہ آواز سنی تو دنیا سے اپنے دل کو بالکل قطع کر لیا اور امیدیں اور آرزوئیں چھوڑ دیں ترک اختیار کیا۔ نماز کو میں نے آخری نماز سمجھا اور دنیا سے یوں علیحدگی اختیار کر لی کہ جب دن ہوتا تو اس خوف سے کہ مبادا لوگ مجھے اپنے ساتھ مشغول نہ کر لیں دعا کرتی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ہی فکر میں مشغول رکھ تاکہ تیرے خیال سے مجھے کوئی روک نہ سکے''۔

بیماری کی وجہ

ایک مرتبہ حضرت بیمار ہوئیں تو لوگوں نے حضرت سے بیماری کی وجہ دریافت کی۔

حضرت نے ان کو بتایا:

''میری بیماری کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن صبح کا وقت تھا کہ میرے دل میں بہشت کی آرزو اور رغبت پیدا ہوئی۔ دوست کو (اللہ تعالیٰ) یہ بات ناگوار ہوئی۔ دوست کا عتاب مجھ پر نازل ہوا اور یہ میری موجودہ بیماری دوست کے عتاب کی وجہ سے ہے''۔

مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ

ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جو آپ سے ملنے آئے تو وہ آپ کی بے سروسامانی دیکھ کر اس قدر متاثر اور رنجیدہ ہوئے کہ وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہا سے یہ کہتے پر مجبور ہو گئے۔

''میرے حلقے میں بہت سے امیر آدمی ہیں۔ اگر ارشاد عالی ہو تو آپ کی ضروریات کے لئے ان سے کچھ لا دوں''۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے جو یہ الفاظ سنے تو کسی قدر غصے کے لہجے میں فرمایا۔

''مالک کیا کہہ رہے ہو؟ تمام بندوں کا روزی رساں صرف ایک ہی ہے کیا

وہ درویشوں کو ان کی درویشی کی وجہ سے بھلا بیٹھا ہے' اور امیروں کو ان کی دولت کی وجہ سے یاد کرتا ہے"۔

''اگر یہ بات نہیں ہے اور وہ سب کچھ دیکھتا اور جانتا ہے تو پھر اسے یاد دلانے کی کیا ضرورت ہے"۔

''اگر وہ اسی طرح پسند کرتا ہے تو ہمیں بھی کوئی عذر نہیں ہے"۔

''ہم بھی وہی پسند کرتے ہیں جو اس کی رضا ہے"

باب ۹

ذوقِ سخن

حضرت شاعرہ بھی تھیں۔ حضرت امام غزالی آپ کی شاعری کے متعلق فرماتے ہیں
(احیاء العلوم)

''رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا نے ان اشعار میں غرض اور) آرزو کی جس محبت کا ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد ہے اللہ کا احسان اور انعام جو وہ اپنے بندوں پر روا رکھتا ہے' اور جس حب ذات یعنی خالص حب الٰہی کا ذکر کیا ہے اس سے مراد ہے دیدار الٰہی اور جمال خداوندی کی محبت' جس کا نظارہ ان کے دل کی آنکھوں نے کیا ہے۔ اور یہی محبت سب سے بہتر اور برتر ہے۔

جمال ربوبیت کی لذت بجائے خود سب سے بڑی چیز ہے۔ اس کے بارے میں حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

'میں اپنے نیک اور صالح بندوں کو وہ چیز دیتا ہوں جسے نہ (عام) آنکھیں دیکھ سکتی ہیں نہ (عام) کان سن سکتے ہیں۔ اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزر سکتا ہے''۔

حضرت ایک شعر میں فرماتی ہیں کہ:

''اے نفس! تو اللہ سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ حالانکہ تو اس کی

نافرمانی بھی کرتا ہے۔

اس سے بڑھ کر بھی کوئی عجیب بات ہوسکتی ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہے تو اپنے اللہ کی فرماں برداری کر"۔

کیوں کہ محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کی فرماں برداری اور اطاعت بھی ضرور کرتا ہے"۔

حضرت ایک اور شعر میں فرماتی ہیں:

"اے میرے اللہ! اگر میں تیری عبادت دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے جہنم میں ڈال دے، اور اگر جنت کے لالچ سے کرتی ہوں تو مجھے جنت سے محروم رکھ۔

اور اگر میں تجھ سے تیری ذات سے اور صرف تیرے لئے محبت کرتی ہوں تو اے پروردگار! مجھے اپنے جمال ازلی سے محروم نہ رکھیو"۔

حضرت کا ایک شعر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"میں تجھ سے محبت کرتی ہوں دو طرح کی محبت، ایک محبت ہے آرزو اور تمنا کی اور دوسری ہے صرف تیری ذات کی۔

"میری وہ محبت جو آرزو اور تمنا سے معمور ہے وہ تو کوئی اہمیت نہیں رکھتی، لیکن وہ محبت جو صرف تیری ذات سے ہے، تو اسی کا واسطہ ہے، تو حجاب کو دور کردے تاکہ آنکھیں تیرا جلوہ دیکھ سکیں"۔

حضرت ایک اور شعر میں فرماتی ہیں:

"لوگ ہزاروں قوتوں اور لذتوں کے محکوم ہوتے جارہے ہیں، حق کی تلاش کم ہوتی جارہی ہے"۔

ایک شعر میں حضرت لوگوں کی نادانی پر افسوس کرتی ہیں اور کہتی ہیں:

"لوگوں نے اپنے گلوں میں ناپاک آرزوؤں کے پھول ڈال لئے ہیں"۔

اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ زندگی غیر فانی ہے"۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا ایک شعر میں اس طرح فرماتی ہیں:

"کیسی عجیب بات ہے کہ لوگ فانی طاقتوں کے آگے سر جھکاتے ہیں' اور حاکم حقیقی سے بے نیاز ہیں"۔

ایک اور شعر میں حضرت فرماتی ہیں:

"وہ بدنصیب ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل ہو جائے اور نفس کی خواہشوں کا مطیع بن جائے"۔

حضرت ایک شعر میں پوچھتی ہیں:

"اے غفلت شعار! بہت سے حاکم اور معبود بنا لینا بہتر ہے یا ایک ہی رب کے آگے جھکنا اچھا ہے"۔

ایک شعر میں فرماتی ہیں:

"اس کے حال پر ماتم کرو جو فانی خواہشوں کی اطاعت اور فرماں برداری کیلئے وقف ہو گیا ہے اور جو مالک روز جزا سے بے نیاز ہے"۔

حضرت ایک شعر میں یہ نصیحت فرماتی ہیں:

"اے نادان! جن رشتوں اور لذتوں میں الجھ کر رہ گیا ہے' یہ سب فانی ہیں"۔

اور قائم رہنے والی دوستی صرف اللہ کی ہے"۔

ایک شعر میں حضرت آگاہ کرتی ہیں اور صاف صاف کہتی ہیں:

"اے غافل! وہ کون سی لذت ہے جس نے تجھے اپنے مہربان آقا سے سرکش بنا دیا ہے"۔

"سرکش کے صحرا میں ٹھوکریں کھانے کا انجام نامرادی ہے"۔

حضرت کا ایک شعر ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

"اس شہنشاہ حقیقی سے سرکشی کہاں تک جائز ہے جو تیری زندگی او تیری موت کا مالک ہے"۔

ایک اور شعر میں فرماتی ہیں:

"جب موت کا پیغام آئے گا تو پھر کون حفاظت کرے گا اور کون تجھے بچائے گا"۔

اور "لذتوں کے صحرا کو چھوڑ دے اور بادشاہ ارض وسما کا وفادار بن جا' اسی میں تیرے لئے عزت ہے اور نجات ہے"۔

اور "اے سرکش انسان! تیری سلامتی کا مطلع غبار آلود ہو گیا ہے"۔

تیری انسانیت' وحشت و بربریت میں چھپ گئی ہے"۔

ایک شعر میں عمل صالح کی روشنی میں اس طرح بلاتی ہیں:

"ظلمتِ کفر سے باہر نکل اور عملِ صالح کی روشنی میں آجا"۔

اے غفلت شعار انسان! بہت سو چکا۔ غفلت اور سرشاری کی انتہا ہو چکی"۔

ایک شعر میں اس طرح فرماتی ہیں:

"اب ندامت کے آنسوؤں کے دریا میں نہا لے اور رضائے حق کے گلشن میں آجا۔

سن لے! صحرائے معصیت میں کانٹے ہی کانٹے ہیں اور دین حنیف کے گلشن میں دل آویز پھول ہیں۔ سوچ لے جہنم کے شرارے بہتر ہیں یا گلزارِ بہشت کے پھول"۔

باب ۱۰

رُشد و ہدایت

حضرت نے ایک نیا نظریہ پیش کیا جس سے تصوف میں بیش بہا اضافہ ہوا ایک نیا مکتبہ خیال وجود میں آیا۔

حضرت نے ''زہد میں محبت کی آمیزش'' پر زور دیا۔ حضرت فرمایا کرتی تھیں کہ خدا کی عبادت صرف خدا کے لئے کرنی چاہئے۔ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے عبادت کرنا چاہئے۔ خدا سے محبت کرنا چاہئے اس کی رضا میں راضی رہنا چاہئے۔

جو عبادت دوزخ کے خوف سے کی جاتی ہے وہ بیکار ہے اور جو عبادت جنت کے لالچ سے کی جائے وہ تجارت ہے پس خدا کی عبادت صرف خدا کیلئے کرنا بہتر ہے۔ وہ عبادت عبادت نہیں جو کسی کے خوف سے یا کسی لالچ سے کی جائے۔

بیدار دل

حضرت فرماتی ہیں:

''اے فرزند آدم! آنکھوں کی راہ سے خدا کی منزل کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور زبان کی طرف سے بھی اس کی (خدا) جانب راہ نہیں اور قوت سامعہ صرف سننے کے لئے ہے اور ہاتھ پاؤں حیرت میں ہیں لیکن معاملہ دل کے ساتھ ہے۔ کوشش کرنا کہ دل بیدار رہے کیونکہ جب دل بیدار ہوگیا تو

پھر اسے یار کی حاجت نہیں۔ یعنی وہی دل بیدار ہے جو حق میں گم ہو گیا اور جو اس میں گم ہو گیا وہ یار کو کیا کرے کیونکہ یہی درجہ فنا فی اللہ کا ہے"۔

عبادت بغیر واسطہ

ایک مرتبہ چند بزرگ حضرت سے ملنے کیلئے آئے۔ باتوں باتوں میں خداوند تعالیٰ کی عبادت کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت نے ان میں سے ایک سے پوچھا:

"تم خداوند تعالیٰ کی عبادت کس لئے کرتے ہو؟"

اس شخص نے جواب دیا:

"بات یہ ہے کہ دوزخ کے عذاب کی بابت بہت کچھ سنا ہے۔ سنا ہے کہ دوزخ کے سات طبقات یا سات حصے ہیں۔ اور دوزخ کا ہر حصہ نہایت گرم اور تکلیف دہ ہے۔

پھر پل صراط ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ مجھے اس سے گزرنا ہو گا۔ پس میں خداوند تعالیٰ کی عبادت اس ڈر یا خوف کی وجہ سے کرتا ہوں کہ کہیں دوزخ میں نہ ڈال دیا جاؤں۔

میں چاہتا ہوں کہ دوزخ کی آگ سے امان پاؤں اور پل صراط سے بخیر و عافیت گزر جاؤں۔ اس وجہ سے خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں"۔

یہ سن کر حضرت نے دوسرے شخص سے پوچھا:

اچھا۔ اب آپ بتائیے کہ آپ خدا کی عبادت کس لئے کرتے ہیں"۔

اس شخص نے جواب دیا:

"سیدھی سادی بات ہے میں نے سنا ہے کہ جنت کے آٹھ حصے ہیں۔ جنت کے ہر حصے میں ہر طرح کا آرام مہیا کیا گیا ہے۔ وہاں حور و غلمان ہیں۔ وہاں دودھ اور شہد کی نہریں ہیں۔ سنا ہے کہ جنت میں نہ کوئی رنج ہو گا اور نہ کوئی تکلیف پہنچے گی۔ میں جنت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ پس اس

لئے خداوند تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں"۔

حضرت نے ان دونوں کا جواب سن کر فرمایا:

"مجھے آپ دونوں کے نظریہ عبادت سے اتفاق نہیں۔ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ کی عبادت کسی خوف یا کسی لالچ سے کی جائے۔ وہ عبادت ہی نہیں جو دوزخ کے خوف یا جنت کے لالچ سے کی جائے۔

حضرت کے یہ الفاظ سن کر انہوں نے عرض کیا:

"تو پھر آپ بتایئے کہ آپ خداوند تعالیٰ کی عبادت کس لئے کرتی ہیں؟ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ آپ خداوند تعالیٰ سے کوئی طمع اور لالچ نہیں ہے؟"

حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ:

"پہلی چیز ہمسایہ کی تلاش ہے' اور ہمسایہ کی تلاش ضروری ہے۔ ہمسایہ کی تلاش کے بعد گھر کی تلاش ہے۔

میرے دوزخ اور جنت کوئی معنی نہیں رکھتے۔ میرے نزدیک دوزخ اور جنت کا بود اور عدم وجود دونوں برابر ہیں۔

خداوند تعالیٰ نے اپنی عبادت اور پرستش کرنے کیلئے ہمیں حکم دیا ہے کیا ہمارے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ اس کا حکم بجالائیں۔

اگر دوزخ اور بہشت نہ ہوتے تو کیا پھر ہم کو اس کی عبادت نہ کرنی چاہئے تھی"۔

"اور کیا خداوند تعالیٰ کا ہم پر یہ حق نہیں ہے کہ اس کی عبادت بے غرض بغیر کسی واسطے کے اور بغیر کسی لالچ اور خوف کے کریں۔

پس ہم پر فرض ہے کہ خداوند تعالیٰ کی عبادت بغیر کسی واسطے کے کریں' نہ لالچ ہو' نہ طمع ہو' نہ خوف ہو"۔

تاکید

ایک دن ایک درویش حضرت کے پاس آیا اور آپ سے درخواست کی کہ:

''مجھے کوئی تحفہ دیجئے''

حضرت نے اس درویش کو ایک موم بتی اور ایک سوئی عنایت فرمائی اور یہ تاکید فرمائی:

''موم بتی کی طرح خود جلو اور دوسروں کو روشنی پہنچاؤ۔ اور سوئی کی طرح خود سادگی سے رہو اور دوسروں کو کپڑے پہناؤ'' ۔

کاریگر اور کاریگری

بہار کا موسم تھا۔ دل کش نظارہ تھا۔ حضرت اپنے حجرے میں تشریف رکھتی تھیں۔ ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت کو اندر بیٹھا دیکھ کر اس نے حضرت سے کہا۔

''ذرا باہر نکل کر تو دیکھئے' کیسا اچھا دل کش نظارہ ہے۔ کیا اچھا موسم ہے۔ جدھر دیکھو بہار ہی بہار ہے''۔

حضرت نے اس شخص کو جواب دیا:

''میرا کام کاری گر کو دیکھنا ہے نہ کہ اس کی کاری گری کو''۔

رحمٰن کی یاد

ایک شخص نے حضرت سے تعجب کے ساتھ کہا:

''میں نے آج تک شیطان کو برا کہتے ہے آپ کو نہیں سنا۔ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کبھی شیطان کو برا کہا ہو''۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے جواب دیا:

''مجھے شیطان کو برا کہنے کی فرصت کہاں ملتی ہے شیطان کو تب برا کہوں جب مجھے رحمٰن کو اچھا کہنے سے فرصت ملے۔ مجھے رحمٰن کو اچھا کہنے سے بھلا کہاں فرصت ملتی ہے''۔

دنیا کا ذکر

ایک دن بصرے کے ایک درویش حضرت سے ملنے آئے۔ انہوں نے دنیا کی مذمت اور برائی کرنا شروع کی۔ حضرت نے جب ان کی یہ گفتگو سنی تو ان سے فرمایا:

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دنیا کو دوست رکھتے ہو۔ اگر دنیا کو دوست نہ رکھتے ہوتے تو اس (دنیا) کا ذکر تمہاری زبان پر ہرگز نہ آتا...... اگر تم دنیا سے فارغ ہوتے اور تم کو دنیا سے کوئی لگاؤ نہ ہوتا تو تم دنیا کا ذکر نہ کرتے اور نہ ہی دنیا کے نیک و بد کے متعلق گفتگو کرتے لیکن تم دنیا کا ذکر اس لئے کرتے ہو اور اس لئے دنیا کو یاد کرتے ہو کہ تم کو دنیا کی محبت ہے اور تم کو دنیا سے لگاؤ ہے' جیسا کہا گیا:

''من احب شیعنا اکثر ذکرہ''

(جو شخص کسی چیز کو دوست رکھتا ہے وہ اکثر اس کا ذکر کرتا ہے)

محبت

کچھ لوگوں نے حضرت سے دریافت کیا کہ:

''محبت کیا شئے ہے؟''

محبت کے متعلق اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ:

''محبت ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی' کیونکہ بزمِ عالم میں کسی نے اس کا ایک گھونٹ تک نہیں چکھا۔

جس کے نتیجے میں محبت اللہ تعالیٰ میں ضم ہو کر رہ گئی''۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یحبونھم ویحبونہ

''اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے اور وہ اللہ کو محبوب رکھتے ہیں''۔

محنت پر شکر

لوگوں نے جب آپ سے یہ پوچھا کہ:
''خدا بندے سے کس وقت خوش ہوتا ہے''۔
تو آپ نے ان لوگوں کو بتایا کہ:
''خدا بندے سے اس وقت خوش ہوتا ہے جب بندہ محنت پر اس طرح شکر
ادا کرتا ہے جیسا کہ نعمت پر کرتا ہے''۔

دنیا سے سلامتی

ایک دن حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس آئے اور ہاتھ اٹھا کر یہ
دعا کرنے لگے۔

اللھم انی اسئلك السلافته
(اے خدا! میں تجھ سے طلب کرتا ہوں سلامتی جمیع نقائص سے)
حضرت نے جب یہ سنا تو رونے لگیں۔
حضرت سفیان ثوری نے رونے کی وجہ دریافت کی۔
حضرت نے جواب دیا۔ ''تم نے مجھے رلایا ہے''۔
حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا:
''وہ کیسے''۔
حضرت نے جواب دیا:
''کیا تم نہیں جانتے ہو کہ دنیا سلامتی اس کے (دنیا) ترک کرنے میں ہے
اور تم اس میں آلودہ ہو''۔ (نفحات الانس (فارسی) صفحہ ۵۵۲)

مرد اور عورت

ایک دن بصرے کے کچھ لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور ظرافت اور طنز کے طور پر کہنے لگے:

"مردوں کو خداوند تعالیٰ نے وہ تین مرتبے عطا کیے ہیں جو عورتوں کو حاصل نہیں ہیں"۔

پھر وہ تین مرتبے بتانے لگے:

اول یہ کہ مردوں کو عقل دی گئی ہے جبکہ عورتیں ناقص العقل ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔

دوسرے یہ کہ عورتیں ناقص دین بھی ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ عورتوں کو ہر مہینے کے چند دن کیلئے نماز سے رستگاری ہے۔ عورتیں ہر مہینے چند دن نماز نہیں پڑھتیں۔ جبکہ مردوں کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ کوئی عورت پیغمبری کے درجے تک کو نہیں پہنچی۔

حضرت نے یہ سن کر ان لوگوں سے فرمایا:

"تم صحیح کہتے ہو' لیکن عورتوں کو تین باتوں کی وجہ سے مردوں پر فضیلت حاصل ہے"۔

اول یہ کہ عورتوں میں کوئی مخنث نہیں ہوا۔

دوسرے یہ کہ کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا یہ بے ادبی مردوں ہی سے سرزد ہوئی ہے۔

تیسرے یہ کہ سارے نبی' ولی' صدیق اور شہید سب کے سب عورتوں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں اور عورتوں ہی کی آغوش میں پلے بڑھے ہیں۔ (سفینۃ الاولیا، (فارسی)

بہترین چیز

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے دریافت کیا:

"بہترین چیز وہ کونسی ہے جس سے بندہ خدا تعالیٰ کا قرب تلاش کرتا ہے؟"

حضرت نے ان کو بتایا:

''تم کو معلوم ہو کہ وہ یہ ہے کہ بندہ دنیا و آخرت میں سوائے اس کے کسی کو دوست نہ رکھے''۔

زندگی

ایک دن حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہا حضرت کے پاس پہنچے تو کہنے لگے:

''واحزناہ''

یہ سن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے ان سے کہا:

''تم جھوٹ کہتے ہو۔ اگر تم رنجیدہ ہوتے تو تم کو زندگی خوشگوار نہ معلوم ہوتی''۔

رنج

حضرت نے ایک دن فرمایا:

''میرا رنج اس وجہ سے نہیں ہے کہ میں رنجیدہ ہوں۔ میرا رنج اس وجہ سے ہے کہ میں رنجیدہ نہیں ہوں''۔ (نفحات الانس صفحہ ۵۵۲)

توبہ

لوگوں نے جب آپ سے پوچھا کہ ماضی کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں تو نے ان کو بتایا:

''اس وقت تک وہ توبہ ہی نہیں کر سکتا جب تک خدا توفیق نہ دے اور جب توفیق حاصل ہو گئی تو پھر قبولیت میں بھی کوئی شک نہیں رہا''۔

بیداریٔ قلب

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ:

''جب تک قلب بیدار نہیں ہوتا اس وقت تک کسی عضو سے بھی خدا کی راہ

نہیں ملتی اور بیداری قلب کے بعد اعضاء کی حاجت ہی ختم ہو جاتی ہے'
کیونکہ قلب بیدار وہی ہے جو حق کے اندر اس طرح ضم ہو جائے کہ پھر
اعضاء کی حاجت ہی باقی نہ رہے اور یہی فنا فی اللہ کی منزل ہے''۔

صانع اور صنعت

ایک سال ایسا ہوا کہ عین موسم بہار میں حضرت نے خانہ نشینی اختیار کر لی۔ باہر آنا جانا بند کر دیا۔ ایک دن حضرت کی خادمہ نے حضرت سے عرض کیا:

''اے سیدہ! ذرا باہر تو آیئے۔ تا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہا صانع حقیقی کی صنعت دیکھیں''۔

حضرت نے خادمہ سے فرمایا:

''تو ذرا اندر تو آ تا کہ صانع کو دیکھے'' (سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ ۲۰۸)

حضرت کا اس اشارے سے مطلب تھا کہ میرا کام صانع کو دیکھنا ہے نہ کہ صنعت کو۔

اعلیٰ عمل

ایک شخص نے حضرت سے دریافت کیا:

''سب سے اعلیٰ عمل کون سا ہے؟''

حضرت نے بتایا:

''اوقات کو یاد الٰہی میں بسر کرنا۔ جو شخص بزرگی کا دعویٰ کرے اور اس میں مراد پائی جائے تو سمجھ لو کہ وہ جھوٹا ہے۔ محبت کے دعوے میں مرد وہ ہے جو اپنی مراد سے درگزر کرے اور مراد حق کو اختیار کرے۔ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کا دوست کہلائے جانے کا مستحق ہوتا ہے اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اسے دوست کہے تو جواب میں بندگی اختیار کرے' کیونکہ اہل محبت کا نہ نام ہوتا ہے نہ رسم نہ جواب''۔

راضی بہ رضا

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے درخواست کی:

''آپ میرے متعلق کچھ فرمائیں''۔

حضرت نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

''اگر تم دنیا کو دوست نہ رکھتے تو نیک مرد ہوتے''۔

حضرت سفیان ثوری نے پوچھا:

''کیوں کر''

حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے جواب دیا:

''آپ کی باتوں کے مطابق''۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا تو رونے لگے اور پھر دعا کے لئے یہ کہہ کر ہاتھ اٹھائے:

''اے اللہ مجھ سے خوش ہو جا''

حضرت نے جب یہ سنا تو ان سے کہا:

''تجھے شرم نہیں آتی کہ جس کی تو رضا چاہتا ہے تو خود اس سے راضی نہیں''۔

دل کی حفاظت

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے آپ کی تعریف کی اور کہا:

''آپ نہایت شیریں زباں ہیں اور مسافرخانہ کی محافظت کے لائق ہیں''۔

حضرت نے جو یہ سنا تو فرمایا:

''میں خود رباط بان ہوں' اور جو کچھ میرے اندر ہے اسے باہر نکالتی ہوں اور جو کچھ باہر ہے اسے اندر داخل نہیں ہونے دیتی ہوں۔ چاہے کوئی آئے' چاہیے کوئی جائے مجھے کچھ غرض نہیں' میں دل نگاہ رکھتی ہوں نہ کہ

گل (مٹی) پڑ"۔

صدق کی تعریف

ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے یہاں بیٹھے ہوئے بات چیت میں مشغول تھے۔ صدق کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی۔ ہر ایک بزرگ صدق کے متعلق اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہا تھا۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"وہ اپنے دعوے میں صادق نہیں ہے جو ابتلاء خداوندی پر صبر نہ کرے"۔

یہ سن کر حضرت نے ان سے کہا:

"اس بات سے خودی کی بو آتی ہے"۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"وہ اپنے دعوے میں صادق نہیں ہے جو ضربِ خداوندی پر شکر نہ کرے"۔

حضرت نے ان سے کہا:

"اس سے بہتر ہونا چاہئے"۔

حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"وہ اپنے دعوے میں سچا نہیں ہے جو خدا کی دی ہوئی اذیت میں لذت نہ حاصل کرے"۔

حضرت اس وضاحت سے بھی مطمئن نہ ہوئیں۔ حضرت نے فرمایا:

"اس سے بھی بہتر ہونا چاہئے"۔

جب آپ کسی کے جواب سے مطمئن نہ ہوئیں تو ان حضرات نے آپ سے کہا "ہم نے اپنے خیالات پیش کر دیئے۔ اب آپ اپنے خیالات سے ہمیں مستفید فرمائیے"۔

حضرت نے ان حضرات سے فرمایا:

''لوسنو! جو شخص درد زخم کو اپنے مطلوب کے مشاہدہ میں فراموش نہ کرے وہ اپنے دعوے میں صادق نہیں۔

اور اس صفت کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں' کیونکہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال کا مشاہدہ میں دردِ زخم کو بھلا دیا تھا۔ اگر کوئی اپنے خالق کے مشاہدہ میں اس صفت پر ہو تو کیا تعجب ہے''۔

عبادت کا صحیح طریقہ

ایک دن بصرے کے ایک کوچے میں حضرت خود فراموشی کے عالم میں چلی جارہی تھیں۔ چہرہ پرنور' آنکھوں میں جلال' ایک ہاتھ میں آگ بھرا برتن' دوسرے ہاتھ میں پانی بھرا لوٹا۔

لوگوں نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا:

''یہ تو بتائیے۔ اس طرح آپ کہاں جا رہی ہیں کہ آگ بھی آپ کیساتھ ہے اور پانی بھی؟''

حضرت نے جواب دیا:

''میں چاہتی ہوں کہ اس پانی سے دوزخ کی آگ کو سرد کردوں اور اس آگ سے جنت کو جلا کر پھونک دوں''۔

لوگوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ پوچھنے لگے:

''اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا''

حضرت نے اس طرح وضاحت کی:

''تو غور سے سنو۔ دوزخ کی آگ کو میں اس لئے بجھانا چاہتی ہوں کہ لوگ دوزخ کے خوف سے خدا کی عبادت نہ کریں۔

اور جنت کو اس لئے جلانا چاہتی ہوں کہ لوگ جنت کے لالچ میں خدا کو یاد نہ

کریں۔

اگر تم جزا اور سزا کے تصور سے عبادت کرتے ہو تو یقین کرو کہ تم خدا سے محبت نہیں کرتے‘ کیونکہ عبد اور معبود کے درمیان صرف بندگی کا رشتہ ہے۔ جزا و سزا کا نہیں“۔

نصیحت

حضرت نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

”ہائے غم! ہائے افسوس!“۔

حضرت نے اس شخص سے فرمایا:

”ایسا نہ کہو‘ بلکہ یہ کہو کہ:

ہائے بے غمی! ہائے بے افسوسی!“

کیونکہ اگر تم واقعی رنجیدہ اور غمگین ہوتے تو ایسا کہنے کی جرات ہی نہ کرتے۔

استفسار

ایک دن حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے پاس گئے اور جا کر کہا:

”آج میں آپ سے وہ باتیں پوچھنے آیا جو آپ نے نہ تو علم سے نہ تعلیم سے حاصل کیں اور نہ وہ باتیں آپ نے کسی سے سنیں‘ بلکہ مخلوق سے بلا واسطہ آپ کو پہنچی ہیں“۔

آپ نے ان کو بتایا:

”میں نے چند رسیاں بٹی تھیں تاکہ انہیں فروخت کر کے اپنی ضروریات کی چیزیں خرید لوں۔ میں نے ان چند رسیوں کو دو درہم میں فروخت کیا ایک درہم ایک ہاتھ میں لیا اور دوسرا درہم دوسرے ہاتھ میں لیا۔ ایسا میں نے اس لئے کیا کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں ایک ہاتھ میں دونوں درہم لینے سے گمراہ نہ ہو جاؤں“۔

اس خیال میں غرق ہوگئی کہ اگر میں نے دونوں کو ایک ہاتھ میں لے لیا تو یہ جوڑا بن جائے گا اور یہ بات وحدانیت کے منافی اور میری گمراہی کا باعث ہوسکتی ہے۔ پس اس کے بعد سے میری تمام راہیں کشادہ ہوتی چلی گئیں۔

اظہارِ خیال

ایک روز ایسا ہوا کہ کچھ لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہنے لگے کہ:

''وہ (حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اگر ایک دم کیلئے بھی دیدار الٰہی سے محروم ہوا تو اتنا روؤں گا کہ اہل بہشت کو میرے حال پر رحم آ جائے گا''۔

حضرت نے یہ سن کر فرمایا:

''یہ درست ہے لیکن اگر دنیا میں بھی خدائے تعالیٰ کے ذکر سے غافل رہنے پر اس قدر وہ گریہ وزاری کرتے کہ اہل دنیا کو ان کے حال پر ترس آ جاتا' تو یہاں بھی ایسا ہی ہوتا''۔

اظہارِ افسوس

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا:

''آپ کہاں سے آئی ہیں؟''

حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے جواب دیا:

''اس جہان سے''

پھر لوگوں نے پوچھا:

''آپ کہاں جائیں گی؟''

حضرت نے جواب دیا:

''اس جہان میں''۔

پھر لوگوں نے دریافت کیا:

''آپ اس جہان میں کیا کرتی ہیں؟''

حضرت نے بتایا:

''افسوس کرتی ہوں''۔

اس پر لوگوں نے تعجب سے پوچھا:

''وہ کس طرح؟''

حضرت نے فرمایا:

''سیدھی بات ہے۔ روٹی تو اس جہان کی کھاتی ہوں اور کام اس جہان کا کرتی ہوں''۔

ثمرہ

حضرت نے فرمایا کہ:

''ہر چیز کا ثمرہ ہے اور معرفت کا ثمرہ خدا کا ہو جانا ہے''۔

(نفحات الانس (فارسی) صفحہ ۲۲۵)

طلب امرزش

حضرت اس طرح دعا کیا کرتی تھیں:

استغفر اللہ من قلة صدقی فی استغفر اللہ

(خدا سے آمرزش طلب کرتی ہوں راستی کی کمی سے استغفار میں)

(نفحات الانس (فارسی) صفحہ ۵۲۵)

خدا کی دوستی کا اثر

حضرت سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ:

''کیا خداوند تعالیٰ کو دوست رکھتی ہیں؟''

تو حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا:

''ہاں۔ خداوند تعالیٰ کو دوست رکھتی ہوں''۔

پھر جب لوگوں نے آپ سے پوچھا:

''کیا شیطان کو دشمن سمجھتی ہیں؟''

تو حضرت نے جواب دیا:

''خداوند تعالیٰ کی دوستی کی وجہ سے میں شیطان کی دشمنی کی مطلق پرواہ نہیں کرتی''۔ (نفحات الانس (فارسی) صفحہ ۲۰۸)

تحفہ

ایک مرتبہ حضرت نے حضرت خواجہ حسن بصری کو بطور تحفہ تین چیزیں بھیجیں ایک موم کا ٹکڑا تھا۔ ایک سوئی تھی اور ایک بال تھا۔ ان تین چیزوں کے بھیجنے کا مقصد کیا تھا' اس کی خود حضرت نے اس طرح وضاحت فرمائی۔

''موم کی طرح جہان کو روشن رکھو اور اپنے کو جلاؤ۔

اور سوئی کی طرح ہو جاؤ اور ہمیشہ کام کرو۔

اور جب یہ سب کچھ بجا لاؤ تو بال کی طرح ہو جاؤ' تاکہ تمہارا کام باطل نہ ہووے''۔

انکار

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت نے ایک کمبل خریدنا چاہا۔ چنانچہ کمبل کی قیمت کے دام ایک شخص کو دیئے اور یہ تاکید فرمائی کہ ایک کمبل خرید کر لے آؤ

اس شخص نے حضرت سے دریافت کیا:

''یہ تو بتایئے کہ کمبل کس رنگ کا لاؤں۔ کمبل سفید رنگ کا ہو یا سیاہ رنگ کا''۔

حضرت نے جب یہ سنا تو فرمایا:

''کمبل مت لاؤ۔ دام واپس دے دو''۔

اس شخص نے رقم واپس کردی۔ حضرت نے وہ رقم لے کر دریا میں پھینک دی

اور فرمایا:

''کیا تماشہ ہے؟ لو کمبل ابھی خریدا ہی نہیں اور سیاہ و سفید کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا''۔

درخواست مسترد

بصرے کا ایک مال دار آدمی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے حضرت سے ایک درخواست کی اور وہ یہ تھی:

''میری خواہش ہے اور میری آرزو ہے کہ اتنا غلہ جو ایک سال کے لیے کافی ہو اور اتنا کپڑا جو ایک سال تک استعمال میں آئے حضرت کو نذر کروں۔

اور کپڑا حضرت کو نذر کروں''۔

بصرے کے اس رئیس کا مقصد یہ تھا اگر ایک سال کا غلہ اور کپڑا حضرت کے پاس ہوگا تو حضرت کو کوئی دقت' اور دشواری نہ ہوئی۔ اور فراغت اطمینان اور آرام سے وقت گزر جائے گا۔

حضرت نے غلہ اور کپڑا قبول کرنے سے انکار کر دیا او بصرے کے رئیس کو یہ جواب دیا:

''اگر تم اس بات کی ذمہ داری لینے پر آمادہ ہو کہ میں ایک سال تک زندہ رہوں گی تو غلہ اور کپڑا شوق سے بھیجو''۔

اتنا فرما کر حضرت عبادت میں مشغول ہوگئیں۔

انتباہ

ایک شخص کو حضرت نے دیکھا کہ سر پر پٹی باندھے ہوئے تھا۔ آپ نے اس شخص سے دریافت کیا:

''تم نے پٹی کیوں باندھی''۔

اس شخص نے جواب دیا:

''میں نے پٹی اس لئے باندھی ہے کہ میرے سر میں درد ہو رہا ہے''۔

حضرت نے اس شخص سے پوچھا:

''تمہاری عمر کیا ہے؟''

اس شخص نے جواب دیا:

''میری عمر کوئی تیس سال کی ہے''۔

یہ سن کر حضرت نے اس سے دریافت کیا:

''اچھا یہ بتاؤ کہ اس مدت میں تم بیمار رہے یا تندرست''۔

اس شخص نے جواب دیا:

''اس مدت میں میں تندرست رہا''۔

یہ سن کر حضرت نے اس شخص سے فرمایا:

''کیسے افسوس کی بات ہے کہ اتنے دنوں تندرست رہے اور پھر بھی تندرستی کے شکریہ کی پٹی تو ایک دن بھی نہ باندھ سکے اور ایک دن سر میں درد ہوا اور ذرا بیمار ہوئے تو فوراً شکایت کی پٹی سر پر باندھ لی''۔

حضرت کے یہ فرمانے سے وہ شخص بہت نادم اور شرمندہ ہوا۔

وضاحت

حضرت صالح قزوینی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن حضرت کے پاس آئے اور بات چیت کے دوران کہنے لگے:

''جو شخص اللہ رب العزت کا دروازہ کھٹکھٹائے تو دروازہ اس کے لئے ضرور کھلتا ہے''۔

حضرت نے جو یہ سنا تو صالح قزوینی سے فرمایا:

''دروازہ کھٹکھٹاتا رہے گا اور دروازہ کون کھولے گا۔ پہلے یہ تو بتاؤ کہ دروازہ بند کس نے کیا جو اس کے کھٹکھٹانے اور کھولنے کی ضرورت پیش آئے''۔

یہ عارفانہ کلمات سن کر حضرت صالح قزوینی حیرت میں رہ گئے اور کہنے لگے:

"آج مجھے مرد ہو کر اپنی جہالت اور عورت کی دانائی و عقل مندی پر بہت تعجب اور بڑی حیرت ہوئی"۔

مناجات

حضرت اکثر اس طرح دعا کیا کرتی تھیں۔

"اے اللہ! دنیا میں تو نے ہمارا جو حصہ رکھا ہے وہ دشمنانِ دین کو دے دے اور آخرت کا حصہ تو اپنے دوستوں کو سونپ دے اور میرے لئے۔ میرے لئے تو اور صرف تو ہی کافی ہے"۔

ہدایت

ایک سالک کو حضرت سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔ جب وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اس سے ایک سوال کیا۔

"حق کو پہچانتے ہو؟"

"جی ہاں۔ حق کو پہچانتا ہوں"۔

یہ سن کر حضرت نے اس سے فرمایا:

"تم حق کو پہچانتے ہو تو بس اب تم کو چاہئے کہ کسی اور کو پہچاننے کی کوشش ہرگز نہ کرنا"

باب ۱۱

عارفانہ نکات

حضرت اکثر فرمایا کرتی تھیں:

''اگر صابر ہوتا تو کریم نہ ہوتا''۔

ایک مرتبہ والہانہ انداز میں فرمایا:

''عارف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے صرف دل مانگے اور جب یہ اسے مل جائے تو حفاظت سے رکھنے کے لئے۔ پھر اسی کو سونپ دے''۔

معرفت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا:

''معرفت کے معنی ہیں خدا کی طرف دھیان رکھنا''۔

حضرت کے نزدیک:

''معرفت کا ثمرہ خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے''۔

توبہ کے متعلق حضرت کا خیال ہے کہ:

''صرف زبان سے توبہ کرنا جھوٹوں کا شیوہ ہے۔ اگر خود بخود توبہ کریں تو پھر دوسری توبہ کی حاجت نہیں رہتی''۔

حضرت اکثر ناصحانہ انداز میں فرمایا کرتیں تھیں:

''عارف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے دل طلب کرے۔ جب اللہ تعالیٰ اسے دل دیدے تو وہ اسی کے قبضہ میں رہے تاکہ وہ محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہی

کے پردے میں لوگوں سے حجاب میں رہے''۔

حضرت تاکید فرماتی ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی لالچ سے نہیں کرنی چاہیے۔ جیسے لوگ کہتے ہیں کہ اچھے کام کریں گے تو جنت مل جائے گی''۔

حضرت نے اسی بات پر زور دیا کہ:

''خدائے تعالیٰ کی عبادت صرف خداوند تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کرنی چاہیے''۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا اس عبادت کو پسند نہیں کرتیں جو لالچ سے کی جائے حضرت رحمۃ اللہ علیہا کے نزدیک:

''جنت کے لالچ سے عبادت کرنا تجارت ہے، عبادت ہرگز نہیں ہے''۔

باب ۱۴

کشف و کرامات

حضرت رحمۃ اللہ علیہا سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ حضرت کی نگاہ میں کرامات کو کوئی اہمیت نہیں تھی۔ حضرت کا خیال تھا کہ معرفت کا مقام بلند و بالا ہے۔ معرفت حق کی نمائش نہ کرنا چاہئے۔

ہوا میں معلق

ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت فرات کے کنارے تشریف لے گئیں۔ کنارے پر بیٹھی تھیں کہ اتنے میں ایک درویش آیا اور اس نے پانی پر مصلیٰ بچھایا اور نماز پڑھنے لگا۔ حضرت سے مخاطب ہو کر وہ درویش کہنے لگا۔

''تم بھی اس طرح عبادت کرو''۔

حضرت نے اس کو جواب دیا:

''کیا معرفت حق کی دنیا میں نمائش کرنا چاہتے ہو''۔

حضرت نے اتنا فرمایا اور پھر اپنی چادر بچھائی' اور چادر پر ہوا میں معلق ہو کر نفل پڑھنے لگیں۔

وہ درویش یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

حضرت نفل پڑھ کر کنارے پر تشریف لائیں اور آ کر اس درویش سے کہا:

''بازار دنیا میں معرفت کی نمائش نہ کرو۔ جو کام تم نے کیا وہ کام ایک مچھلی

کر سکتی ہے جو کام میں نے کیا وہ ایک چڑیا کر سکتی ہے معرفت حق کا مقام اس سے کہیں بلند تر ہے''۔

روشنی ہی روشنی

ایک مرتبہ ایک عالم مع اپنے شاگردوں کے آپ کے پاس آیا۔ رات کا وقت تھا گھر میں اندھیرا تھا۔ وہ عالم اندھیرے سے گھبرا کر کہنے لگا:

''جدھر دیکھو اندھیرا ہے۔ مجھے تو روشنی چاہیے''۔

حضرت نے جو یہ سنا تو اپنی انگلی پر پھونک ماری اور پھر فرمایا:

''روشن ہو جا''۔

حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ انگلی روشن ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چراغ جل رہا ہے۔ انگلی صبح تک اسی طرح روشن رہی۔

یہ دیکھ کر اس عالم نے حضرت سے کہا:

''رابعہ! مجھے یہ قوت کیوں حاصل نہیں؟''

حضرت نے جواب دیا:

''اس وجہ سے کہ ابھی آپ کا دل روشن نہیں ہے''۔ (کنز المعارف)

لذیذ گوشت

ایک دن حضرت گوشت پکانا چاہتی تھیں۔ گوشت مٹی کی ہانڈی میں رکھ کر ہانڈی کو چولھے پر چڑھانا چاہتی ہی تھیں کہ اتنے میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے پاس پہنچے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے آنے پر حضرت نے ہانڈی کو زمین پر رکھ کر چھوڑ دیا اور حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بات چیت میں مصروف ہو گئیں۔

جب بہت دیر ہو گئی تو حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو بھوک محسوس ہوئی، آپ نے خشک روٹی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور ایک کوزہ پانی کا لیا۔ اس وقت حضرت کو خیال

آیا کہ ہانڈی کو چولھے پر چڑھانا بھول گئی تھیں۔ آپ نے دیکھا کہ ہانڈی بدستور زمین پر رکھی ہوئی ہے لیکن ہانڈی جوش مار رہی ہے۔

حضرت نے پکا ہوا گوشت مٹی کے پیالے میں نکال کر حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھا۔ دونوں نے کھایا۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''وہ گوشت اتنا لذیذ تھا کہ مدت تک اس کا مزہ آتا رہا۔ ایسا لذیذ کھانا تھا کہ ہم نے ایسا لذیذ کھانا کبھی نہ کھایا تھا''۔

خدا کے وعدے پر یقین

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت کے یہاں دس مہمان آئے۔ گھر میں اس وقت صرف ایک روٹی رکھی تھی۔ حضرت نے مہمانوں کے آنے پر خادمہ کو حکم دیا کہ وہ جو روٹی رکھی ہے۔ لیجاؤ اور کسی فقیر کو دے دو۔ خادمہ حکم بجا لائی۔

تھوڑی دیر کے بعد کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا' خادمہ دروازے پر گئی۔ آ کر حضرت سے عرض کیا کہ کوئی شخص کھانا لایا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے خادمہ سے فرمایا:

''روٹیاں گنو۔ کتنی ہیں؟''

خادمہ نے روٹیاں گن کر بتایا کہ دو ہیں۔

حضرت نے خادمہ کو حکم دیا کہ ''کھانا واپس کر دو۔ یہ کھانا ہمارا نہیں ہے''۔ چنانچہ کھانا واپس کر دیا گیا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ خادمہ پھر آئی اور حضرت سے عرض کیا کہ کوئی دوسرا شخص کھانا لایا ہے حضرت نے خادمہ سے فرمایا:

''روٹیاں شمار کرو۔ اب کتنی روٹیاں ہیں؟''

خادمہ نے روٹیاں گنیں اور حضرت کو بتایا کہ پانچ ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے خادمہ کو حکم دیا کہ یہ کھانا بھی واپس کر دو۔ ہمارا نہیں

ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد دروازے پر پھر کسی نے دستک دی۔ خادمہ دروازے پر گئی۔ خادمہ نے آ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہا سے عرض کیا کہ کوئی اور شخص کھانا لایا ہے۔

حضرت نے خادمہ سے فرمایا کہ روٹیاں گنو اور مجھے بتاؤ۔

خادمہ نے روٹیاں شمار کر کے حضرت کو بتلایا کہ اس مرتبہ گیارہ روٹیاں ہیں یہ سن کر حضرت نے خادمہ سے فرمایا:

''یہ کھانا ہمارا ہے۔ لے لو۔''

چنانچہ خادمہ نے کھانا لے لیا۔

حضرت نے دس روٹیاں مہمانوں کے سامنے رکھیں اور ایک روٹی کے دو برابر کے حصے کر کے ایک حصہ خادمہ کو دیا اور ایک حصہ خود کھایا۔

خادمہ سے نہ رہا گیا۔ اس نے حضرت سے پوچھا:

''آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ پہلے دو شخص جو کھانا لائے وہ کھانا آپ کا نہیں تھا اور یہ جو تیسرا شخص جو کھانا لایا وہ کھانا آپ کا تھا''۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے جواب دیا:

''خداوند تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اس کے نام پر جو کچھ دیا جاتا ہے' اس کے بدلے میں وہ دس گنا اس دنیا میں اور ستر ۷۰ گنا اس دنیا میں دے گا۔

پس میں نے خداوند تعالیٰ سے سودا کیا۔ خداوند تعالیٰ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ میں نے ایک روٹی فقیر کو دی۔ میں جانتی تھی کہ اس ایک روٹی کے بدلے وہ دس روٹیاں اس دنیا میں دے گا۔

پہلا شخص صرف دو روٹیاں لایا۔ میں نے جان لیا کہ وہ میری نہیں ہیں دوسرا شخص صرف پانچ روٹیاں لایا۔ میں نے جان لیا کہ وہ بھی میری نہیں ہیں۔ ہاں جب تیسرا

شخص گیارہ روٹیاں لایا تو میں نے جان لیا کہ یہ روٹیاں میری ہیں خداوند تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ میری ایک روٹی کے بدلے میں اس نے دس روٹیاں عطا کیں' اور جو روٹی میں نے فقیر کو دی تھی وہ بھی خداوند تعالیٰ نے واپس کر دی۔ پس تیسرے شخص کا گیارہ روٹیاں لانا صحیح تھا''۔

چور کی ناکام کوشش

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ نماز پڑھ رہی تھیں۔ نماز پڑھنے کے دوران آپ کی آنکھ لگ گئی' آپ بہت کمزور تھیں۔ اتنے میں ایک چور آپ کی جائے رہائش میں داخل ہوا۔ اس نے حضرت کو سوتا پایا۔ اس نے ادھر ادھر نگاہ ڈالی۔ دیکھا کہ حضرت کی چادر رکھی ہے۔ اس نے حضرت کی چادر کو اٹھایا اور جانے لگا۔ جب وہ دراوزے کے پاس پہنچا تو اس کو دروازہ نظر نہ آیا۔ اس نے کیا کیا کہ چادر تو ایک طرف رکھ دی اور لگا دروازہ تلاش کرنے۔

چادر کا رکھنا تھا کہ اس کو دروازہ دکھائی دیا۔ اب اس نے پھر چادر اُٹھائی اور باہر نکلنے کی کوشش کی۔ اب اس کو پھر دروازہ نظر نہ آیا۔ اب اس نے پھر چادر ایک طرف رکھ دی اور دروازہ تلاش کرنے لگا۔

غرض دو مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ چادر لے کر چلتا تو درواز اُس کو دکھائی نہ دیتا تھا۔ تیسری مرتبہ پھر اس نے باہر جانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کو دروازہ دکھائی نہ دیا۔ اس نے چادر رکھ دی تو دروازہ اس کو دکھائی دیا اب جو اس نے چادر اٹھانے کی کوشش کی تو غیب سے ایک آواز سنائی دی۔

> ''خبر دار! اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالو۔ اس گھر کی مالکہ نے اپنے آپ کو ہماری نگہبانی اور دوستی میں دے رکھا ہے۔ یہاں تو کسی کی مجال نہیں کہ کچھ کر سکے۔
>
> ایک دوست! سویا ہوا ہے تو پھر کیا دوسرا دوست تو بیدار ہے''۔

ہانڈی میں گوشت

ایک دن قاضی ابوالمحاسن بصری حضرت کے پاس عصر کی نماز کے بعد گئے۔ اس وقت حضرت کھانا پکانے کا انتظام کر رہی تھیں۔ گوشت ہانڈی میں ڈال دیا تھا۔ لیکن ہانڈی کو چولھے پر نہیں چڑھایا تھا۔

حضرت قاضی ابوالمحاسن سے بات چیت میں مصروف ہوئیں۔ انہوں نے حضرت سے چند مسائل پوچھے۔ بات چیت میں وقت گزر گیا۔

مغرب کی نماز کے بعد حضرت نے کچھ کھانا چاہا۔ روٹی کا ایک ٹکڑا اور پانی کا کوزہ جب اٹھایا تو حضرت کو یکا یک ہانڈی کا خیال آیا۔

حضرت نے ہانڈی اٹھائی تو دیکھا کہ گوشت پک چکا ہے۔ گوشت نہایت لذیذ تھا۔ غیب سے ایک آواز آئی:

''رابعہ ہمارے کام میں مشغول تھی اور ہمارے فرشتے رابعہ کے کام میں مصروف تھے''۔

فرمان کا اثر

ایک شخص حضرت رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ:

''مجھے اولیاء اللہ کی پہچان بتایئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ:

اولیاء اللہ کی پہچان یہ ہے کہ:

''اگر وہ پہاڑ کی طرف مخاطب ہو کر کہے کہ سونا ہو جا۔ تو پہاڑ فوراً ہی سونے کا ہو جائے''۔

حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ سامنے کا پہاڑ سونے کا بن کر جگمگانے لگا۔

حضرت نے یہ دیکھ کر فرمایا:

''تجھ سے تو میں نے ایسا نہیں کہا تھا۔ میں تو یہ بات کر رہی تھی''۔

حضرت کے اتنا فرمانے پر پہاڑ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

دو کے بدلے بیس روٹیاں

ایک مرتبہ دومشائخ حضرت کے یہاں آئے اور حضرت کے مہمان ہوئے وہ بھوکے تھے۔ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ جو کچھ کھانے کو وہ (حضرت) لائیں گی ہم کھالیں گے' کیونکہ ان کا (حضرت) کھانا حلال ہوگا۔

وہ دونوں مشائخ کھانے کو بیٹھے۔ حضرت کے یہاں اس وقت صرف دو روٹیاں تھیں۔ حضرت نے وہ دو روٹیاں اپنے مہمانوں کے سامنے رکھیں۔ وہ کھانا شروع ہی کرنے والے تھے کہ اتنے میں ایک سائل نے آواز دی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے وہ دونوں روٹیاں مہمانوں کے سامنے سے اٹھا کر اس سائل کو دے دیں۔ مہمانوں کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا۔

کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہا کی کنیز نے آپ رحمۃ اللہ علیہا کے سامنے کھانے سے بھرا دسترخوان لا کر رکھا اور کہا:

"یہ حضور کے مخدومین نے بھیجا ہے"۔

حضرت نے روٹیاں شمار کیں تو وہ اٹھارہ نکلیں۔

حضرت نے خادمہ سے فرمایا کہ روٹیوں کا غلط شمار کیا ہے۔ ان کو لے جاؤ۔ خادمہ نے روٹیاں اٹھا کر اس خاتون کو جو لائی تھی واپس کر دیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے جو فرمایا تھا اس سے اسے آگاہ کر دیا۔

وہ عورت جب روٹیاں لے کر واپس گئی تو ایک دوسری عورت نے ان روٹیوں میں دو روٹیاں اور رکھ دیں اور حضرت کی خدمت میں بھیجیں۔

خادمہ نے جب وہ روٹیاں حضرت کی خدمت میں پیش کیں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے ان روٹیوں کو پھر گنا۔ گننے پر معلوم ہوا کہ بیس روٹیاں ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے روٹیاں قبول فرمائیں اور مہمانوں کے سامنے رکھ دیں۔

مہمانوں سے نہیں رہا گیا۔ وہ پوچھنے لگے کہ اس میں کیا راز تھا۔

حضرت نے بتایا:

''آپ دونوں جب آئے تو میں جانتی تھی کہ آپ دونوں بھوکے ہیں میں نے دو روٹیاں آپ دونوں کے سامنے لاکر رکھیں کہ اتنے میں سائل نے آواز دی۔ میں نے وہ دونوں روٹیاں سائل کو دے دیں پھر میں نے اس طرح مناجات کی:

''اے خدا! تو نے فرمایا ہے کہ ایک کے عوض میں دس دے گا اب میں نے تیری رضا کے مطابق دو روٹیاں سائل کو دیدیں تا کہ تو ایک کے بدلے میں دس دے''۔ (سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ ۲۱۰، ۲۰۹)

بس خداوند تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔ دو روٹیوں کے بدلے بیس روٹیاں دیں۔

انگلی روشن

ایک دن حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے یہاں آئے۔ ان کے ساتھ چند اور لوگ بھی تھے۔ حضرت کے گھر میں چراغ روشن نہیں تھا۔ گھر میں اندھیرا تھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اندھیرے سے گھبرا گئے' وہ روشنی چاہتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہا نے اپنی انگلی کے سرے پر پھونک ماری۔ پھونک کا مارنا تھا کہ انگلی یکایک روشن ہوگئی اور صبح تک روشن رہی۔

باب نمبر۱۳

عظمت و بزرگی

حضرت حقیقت و معرفت کے کمالات سے آراستہ و پیراستہ تھیں۔ علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھیں۔ حقیقت شناسی اور پاک باطنی میں حضرت کو اعلیٰ درجہ حاصل تھا۔

سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کی ولادت سے قبل حضرت کے والد کو خواب میں یہ مژدہ سنایا:

"آج جو لڑکی تمہارے یہاں پیدا ہو رہی ہے وہ سیدہ ہو گی، میری امت کے ستر آدمی اس کے ذریعے شفاعت پائیں گے۔ اور بخشے جائیں گے"۔

حضرت نے باری تعالیٰ سے راز و نیاز کے لہجے میں اس طرح عرض کیا۔

"خدایا! اگر مجھے دوزخ میں ڈالے گا تو میں فریاد کروں گی کہ میں نے تجھے دوست رکھا تھا۔ دوست دوستوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک نہیں کرتے"۔

حضرت کے یہ عرض کرنے پر غیب سے آواز آئی کہ:

"اے رابعہ! ہم پر بدگمانی مت کر۔ ہم تجھے اپنے دوستوں کی ہمسائیگی میں ٹھہرائیں گے۔ تاکہ ہمارے ساتھ باتیں کرے"۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہفتہ میں ایک بار مجمع میں وعظ فرمایا کرتے

تھے۔ ان کے وعظ میں عام لوگ بھی ہوتے تھے اور خاص لوگ بھی ہوتے تھے۔ علماء بھی ہوتے تھے اور اہل فکر اور اہل نظر بھی ہوتے تھے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (حضرت رابعہ) کے اعلیٰ مقام اور رتبے سے واقف تھے۔ وہ حضرت کی بہت عزت کرتے تھے۔

حضرت ان کے (حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ) وعظ میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وعظ شروع کرنے سے قبل ادھر ادھر ایک نگاہ ڈالتے اگر حضرت کو بیٹھا دیکھتے تو وعظ شروع کرتے اور اگر دیکھتے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہا وہاں نہیں ہیں تو خاموش ہو جاتے"۔

لوگوں کو یہ بات کچھ ناگوار ہوئی۔ انہوں نے شکایت کی کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

"جو شربت ہاتھیوں کے حوصلہ کے مطابق تیار کیا گیا ہو وہ بھلا چیونٹیوں کے سینہ میں کیوں کر آ سکتا ہے"۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ وہ حضرت کی بہت عزت کرتے تھے۔ حضرت سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ حضرت سے وعظ اور نصیحت کی درخواست کرتے تھے۔ حضرت سے دعا کے طالب ہوتے تھے۔ (نفحات الانس (فارسی) صفحہ ۵۵۲)

حضرت شیخ زین الدین عطار نے حضرت کی بزرگی اور جوش عشق الٰہی سے متاثر ہو کر کہا:

"جب عورت راہ خدا میں مرد ہو تو اس کو عورت نہیں کہنا چاہئے"۔

(سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ ۲۰۸)

ایک بزرگ نے اعتراف حقیقت کے جذبے سے معمور ہو کر حضرت کے متعلق فرمایا:

اس ضعیف عورت کو خداوند تعالیٰ نے کیسی ہمت عطا کی ہے۔ اس کی ہمت تو

دیکھو۔ کیسا بلند مرتبہ اس کو دیا گیا ہے اسے افسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنا قیمتی وقت سوال میں ضائع کرے پس وہ سوال نہیں کرتی''۔

حضرت اکثر یہ مناجات کیا کرتی تھیں:

''اے بار خدایا! اگر کل قیامت کے روز مجھے دوزخ میں بھیجے گا تو میں ایسا راز ظاہر کروں گی کہ دوزخ مجھ سے ہزار سال کی راہ پر بھاگ جائے گی''۔

باب ۱۴

معاصرین

حضرت کے معاصرین میں وہ بزرگ ہستیاں تھیں۔ جن کا نام آج بھی ادب و احترام سے لیا جاتا ہے۔ سب کے متعلق یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں۔ خاص خاص معاصرین مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

یکتائے روزگار بزرگوں میں سے ہوئے ہیں۔ ایک سو بیس صحابہ سے آپ کو شرف نیاز حاصل ہوا۔ ان میں ستر شہدائے بدر بھی شامل ہیں۔ آپ کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت تھے۔ اور ان ہی کے خلفاء میں سے ہیں۔ جواہرات کی تجارت کرتے تھے اس لیے حسن نونوی مشہور تھے۔ آپ نے تجارت چھوڑ دی تھی۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ ''جس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی وہ سلامت رہا اور جس نے نفسانی خواہشات کو ترک کر دیا وہ آزاد ہو گیا۔ جس نے حسد سے اجتناب کیا اس نے محبت حاصل کر لی۔ جس نے صبر و سکون کے ساتھ زندگی گزاری وہ سربلند ہو گیا''۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ شریعت و طریقت میں جامع تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے ''عارفین کو معرفت

عابدین کو قربت، اور حکماء کو حکمت اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے"۔

یقین کے متعلق آپ نے فرمایا کہ:

"قلبی آواز کا نام یقین ہے، اور اہل یقین معرفت تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں اور یقین کا یہ مفہوم بھی ہے کہ ہر مصیبت کو منجانب اللہ تصور کیا جائے"۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ

آپ پہلے طبقہ میں سے ہیں۔ کنیت ابو اسحاق ہے۔ ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ یا ۱۶۶ھ میں آپ نے وفات پائی، آپ بلخ کے سلطان تھے۔ آپ غنا سے فقر کی طرف راغب ہوئے۔ تاج و تخت سے دست بردار ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"عارف کی شناخت یہی ہے کہ وہ ہر شے میں حصول عبرت کے لئے غور و فکر کرتے ہوئے خود کو حمد و ثناء میں مشغول رکھے اور اطاعت الٰہی میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارے"۔

حضرت حارث بن اسد المعاسبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پہلے طبقہ میں سے ہیں۔ کنیت عبداللہ ہے۔ علوم ظاہر و علوم اصول و معاملات و ارشادات کے جامع ہیں۔ ۲۴۳ھ میں بغداد میں انتقال ہوا۔[1]

(نفحات الانس (اردو ترجمہ) صفحہ ۵۷)

آپ فرمایا کرتے تھے: "عبودیت کی صفت یہ ہے کہ اپنے نفس کی ملک کی کوئی چیز نہ دیکھے اور جانے کہ تو اپنے ضرر و نفع کا کچھ مالک نہیں"۔

حضرت شفیق بن ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ

پہلے طبقہ میں سے ہیں۔ کنیت ابو موسیٰ ہے۔ بلخ کے معتقدین مشائخ سے ہیں۔ حاتم اصم کے استاد ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کے ہم صحبت ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے: "لوگوں سے ایسا مل جیسے آگ سے ملتا ہے۔ اس کا نفع لے

لے اور اس سے ڈر کہ وہ تجھے جلا دے''۔ آپ ولایت حتلان میں ۱۷۴ء میں شہید ہوئے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

پہلے طبقہ میں سے ہیں۔ کنیت ابو علی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے ورستی سے خدا تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔ اگر عبادت نہ کروں تو مجھے صبر نہیں آتا''۔

آپ نے ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

''جو لغو باتیں زیادہ کرتا ہے اور عبادت کم، اس کا علم قلیل، قلب اندھا اور عمر رائیگاں ہے، کیونکہ میرے نزدیک اخلاص سے بہتر کوئی عمل نہیں''۔

حضرت محمد واسع رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالم بھی تھے اور عارف بھی۔ آپ نے فرمایا:

''دینار و درہم پر نظر ڈالنے سے یہ چیز زیادہ دشوار ہے کہ انسان اپنی زبان پر نگاہ رکھے اور کبھی کسی کو برا نہ کہے''۔

حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب یقین اور گوشہ نشین بزرگ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ:

''رضا تو صرف اس قلب کو حاصل ہے جس میں کوئی کدورت نہ ہو''۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

پہلے طبقہ میں سے ہیں۔ کنیت ابو محفوظ ہے۔ آپ فرمایا کرتے کہ:

''محبت کچھ لوگوں کی تعلیم سے نہیں آتی' بلکہ وہ تو خدا کی عنایت اور اس کا فضل ہے''۔

آپ ۲۰۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔

حضرت ابو سلیمان داؤد بن نصر الطائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پہلے طبقہ میں سے ہیں۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر تھے۔ آپ نے ایک مرید کو یہ نصیحت کی کہ

''اگر سلامتی چاہتا ہے تو دنیا کو چھوڑ' اور اگر کرامت چاہتا ہے تو آخرت پر تکبیر کہو''۔

حضرت عتبہ بن غلام رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ تسلیم و رضا کا مجسمہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

''میں وہ امور انجام دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا منشاء ہوتا ہے''۔

آپ کی وفات اس طرح ہوئی کہ آپ جب ایک دن حضرت (حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا) کے یہاں پہنچے تو وہاں حضرت سماک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ذوالنورین رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ آپ اکڑتے ہوئے وہاں پہنچے۔ نیا لباس پہنے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت سماک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آج کیسی چال چل رہے ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ میرا نام غلام جبار ہے۔ اسی لئے تو میں اکڑ کر چل رہا ہوں۔ یہ کہہ کر غش کھا کر زمین پر گر پڑے اور اسی حالت میں جان شیریں جاں آفریں کے سپرد کردی۔

حضرت محمد سماک رحمۃ اللہ علیہ

آپ عابد و زاہد ہونے کے ساتھ ایک بڑے واعظ بھی تھے۔ آپ فرمایا کرتے

تھے کہ:

''عہد گزشتہ کے لوگوں کی مثال دوا کی تھی۔ جس سے لوگ شفاء حاصل کرتے تھے اور موجودہ دور کے لوگوں کی مثال درد جیسی ہے جو صحت مندوں کو بھی مریض بنا دیتے ہیں''۔

حضرت مریم بصیریہ رحمۃ اللہ علیہا

آپ بصرہ کی رہنے والی تھیں۔ آپ کو حضرت (حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا) کی صحبت کا شرف حاصل تھا۔ آپ حضرت کے وصال کے بعد کچھ مدت تک زندہ رہیں۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ: ''میں نے کبھی روزی کا غم نہیں کھایا' اور اس کی طلب میں کبھی رنج نہیں اٹھایا''۔

آپ جب محبت کی باتیں سنتیں تو آپ پر ایک وجدانہ کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک ایسی مجلس میں شرکت کی جہاں محبت کی باتیں ہو رہی تھیں۔ یکا یک آپ کا پتہ پھٹ گیا اور وہیں آپ نے جان دے دی۔

حضرت معاذہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا

آپ بھی حضرت (حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا) کی صحبت میں رہی ہیں۔ چالیس سال تک نہ دن میں کچھ کھایا اور نہ رات کو سوئیں۔ آپ کہا کرتی تھیں کہ ''میں رات کی نیند کو دن پر ڈالتی ہوں اور دن کا کھانا رات پر''۔

باب ۱۵

آخری ایام

حضرت زندگی کے آخری دنوں میں عبادت و ریاضت اور یاد الٰہی میں ہمہ تن مصروف رہتی تھیں۔ دنیا سے یکسر تعلق قطع کر دیا تھا۔ گریہ وزاری کا یہ حال تھا کہ حضرت کے آنسو کبھی خشک نہ ہوتے تھے۔ بات چیت بہت کم کرتی تھیں۔ اگر کسی سے بات کرتیں بھی قرآن کی آیات کے ذریعہ جو کچھ کہنا ہوتا کہتیں۔

حضرت سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ آخر وہ ایسا کیوں کرتی ہیں تو حضرت نے بتایا:

''انسان جو کچھ بولتا ہے' فرشتے اسے لکھتے جاتے ہیں' میں قرآن کی آیتوں کے سوا کچھ نہیں بولتی' اس لئے کہ میرے منہ سے کوئی بری بات نہ نکلے' جسے وہ لکھ لیں۔ میں آیتیں پڑھتی ہوں اور فرشتے وہ ہی لکھ لیتے ہیں''۔

کوئی شخص اگر آپ سے کوئی بات پوچھتا تو آپ اس کا جواب بھی قرآنی آیت سے دیتی تھیں۔ ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے درخواست کی کہ ''مجھے کوئی نصیحت کیجئے'' حضرت نے یہ نصیحت کی:

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اچھا نمونہ ہے۔

کمزوری اور بیماری

حضرت بہت کمزور ہوگئی تھیں۔ اکثر بیمار رہتی تھیں۔ حضرت اپنی صحت کے لئے دعا نہیں مانگتی تھیں۔

سوال اور جواب

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت بیمار ہیں تو وہ حضرت کو دیکھنے گئے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے مخاطب ہو کر کہا:

''میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس تکلیف سے آپ کو نجات دے''۔

حضرت نے یہ سن کر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:

''تمہیں معلوم نہیں کہ یہ بیماری اسی (خدا تعالیٰ) کے حکم سے ہے''۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا تو کہا: ''آپ ٹھیک فرماتی ہیں''۔

اس پر حضرت نے فرمایا:

''پھر میں دوست کی مرضی کے خلاف کیسے درخواست کر سکتی ہوں''۔

باب ۱۶

پیام و وصال

حضرت کی وفات کے وقت بہت سے مشائخ، درویش اور اہل اللہ حضرت کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، حضرت نے ان کی طرف دیکھا اور ان سے فرمایا:

''اب آپ لوگ باہر جایئے اور خدا تعالیٰ کے قاصدوں کے لئے جگہ خالی کر دیجئے''۔ (سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ ۲۰۸)

چنانچہ وہ لوگ اٹھے اور باہر چلے گئے۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ کچھ دیر باتوں کی آواز آتی رہی۔ پھر آواز سنائی دی۔ (سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ ۲۰۸)

یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۔

''اے نفس مطمئن اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوا، راضی رہا تکلیف میں، مصروف رہا، عبادت میں اور داخل ہوا جنت میں۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے نفس! تو نے آرام حاصل کیا میرے ذکر سے کہ تو شاکر تھا زحمت میں اور تو نے صبر کیا زحمت میں۔ دنیا سے واپس ہوا اپنے پروردگار کی طرف ایسی حالت میں کہ پسند کرنے والا ہے اس کا جو کچھ تجھے دیا گیا ہے۔ وہی خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ پس میرے شائستہ بندوں کے

زمرے میں ہے اور مقربان کے ہمراہ جنت میں آ"۔

لوگ باہر سر جھکائے خاموش کھڑے تھے۔ اتنے میں آواز بند ہوگئی۔ دروازہ کھولا گیا۔ لوگ اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت رحمت حق میں پیوست ہو چکی تھیں۔ اہل دل اور ورد جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ کہنے لگے:

"رابعہ رحمۃ اللہ علیہا دنیا میں آئیں اور آخرت کو گئیں۔ انہوں نے سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے سروکار نہ رکھا اور کبھی انہوں نے حق تعالیٰ سے گستاخی نہ کی' اور سوائے اس کے کسی کو نہ چاہا اور کبھی کوئی شکایت نہ کی کہ ایسے رکھا' ویسے رکھا چہ جائیکہ مخلوق سے کچھ طلب کرتیں"۔

حضرت کا وصال ۱۸۵ھ میں ہوا۔ (سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ ۲۰۸)

وصال کے وقت حضرت کی عمر اٹھاسی (۸۸) سال کی تھی۔ مزار مبارک بصرہ میں مینارہ روشنی کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت کا خواب میں آنا۔

ایک شخص نے حضرت کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ منکر نکیر نے آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟

حضرت نے بتایا "منکر نکیر جب میری قبر میں آئے اور مجھ سے سوال کیا کہ

"تیرا رب کون ہے؟"

تو میں نے ان سے کہا:

"جاؤ واپس اور اللہ تعالیٰ کو میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ جب مجھ ایک غریب' ضعیف اور بیکس و لاچار عورت کو اپنی لاتعداد مخلوق کے ہجوم میں تو نے نہیں بھلایا تو میں جس کا تیرے سوا دنیا میں اور کوئی تھا ہی نہیں تجھے کیوں کر بھلا سکتی تھی"۔ (سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ ۲۰۸)

"میرا پیغام لے کر منکر نکیر چلے گئے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کو میں

جانتی ہوں یا میرا دل جانتا ہے"۔

مزار مبارک سے آواز

ایک دن محمد اسلم طوسی اور نعمی طرطوسی حضرت کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

"جو تو شیخی مارتی تھی کہ میں دونوں جہان سے فارغ ہو گئی ہوں' اب بتا وہ تیری حالت کیا ہوئی؟"

"مجھ کو وہ چیز مبارک ہو جو میں نے دیکھی اور اب دیکھ رہی ہوں"۔

باب ۱۷

ارشاداتِ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا

☆ حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا اندر بیٹھی تھیں کہ خادمہ نے آ کر کہا کہ بی بی باہر نکلو' کیا بہار آ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا: ہر صنعت ہے اور اندر صانع میں اس کے مشاہدہ میں مشغول ہوں۔

☆ عورتوں کی فضیلت مباحثے میں فرمایا کہ اگر ان میں کوئی نبی نہیں ہوئی تو کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ بھی نہیں کیا۔ اس کے علاوہ انبیاء' اولیاء' صدیق ان ہی کی گود میں پرورش پاتے اور بڑے ہوتے ہیں۔

☆ معرفت کا پھل خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

☆ آپ یہ دُعا کیا کرتی تھیں یا اللہ میرا جو حصہ دُنیا میں ہوا سے اپنے دشمنوں کو دے دیجئے اور جو میرا حصہ آخرت میں ہو وہ اپنے دوستوں کو دے دیجئے اور میرے واسطے تو آپ کافی ہیں' سبحان اللہ۔

☆ پانی میں چلنا مچھلی کا کام ہے' ہوا میں اڑنا مکھی کا' کرامت ان دونوں سے باہر ہے۔

☆ جب بندہ نعمت پر شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت پر بھی شکر کرتا ہے تو اللہ جل شانہ بندہ سے راضی ہوتا ہے۔

☆ اللہ جل شانہ جب کسی کو توبہ کی توفیق دیتے ہیں تو انسان توبہ کرتا ہے اور پھر قبول

بھی فرماتا ہے۔

☆ جب سے میں نے ایسی ذات (اللہ) کو جو باوجود گناہ کے روزی بند نہیں کرتا اور اپنے عاشقوں کو بے آب و دانہ زندہ رکھتا ہے' پہچان لیا ہے' غیر خدا سے اُمید رکھنی چھوڑ دیں۔

☆ میں اس بات سے ڈرتی ہوں کہ مرنے کے وقت اللہ تعالیٰ یہ نہ کہہ دے کہ تو ہماری درگاہ کے لائق نہیں۔

☆ حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کے گھر چراغ نہ جلتا تھا۔ آپ فرمایا کرتی تھیں مجھے تین غم ہیں۔

۱۔ مجھے معلوم نہیں کہ میری موت ایمان پر ہوگی یا کفر پر'

۲۔ میرا نامہ اعمال قیامت کے دِن داہنے ہاتھ میں ہوگا یا بائیں ہاتھ میں'

۳۔ پتہ نہیں قیامت میں داہنی طرف جنت میں جانے والی جماعت کے ساتھ رہوں گی یا بائیں طرف دوزخ میں جانے والی جماعت میں'

☆ مجھے ثواب کی اُمید اس وقت ہوتی ہے جب اپنے نیک اعمال و عبادات کو کم خیال کرتی ہوں۔ کیونکہ اس وقت میرا اعتماد محض اللہ کے فضل پر ہوتا ہے۔

☆ اللہ سے قناعت پسند دِل مانگو یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

☆ خود بینی کی توبہ ایک دوسری توبہ کی محتاج ہے۔

☆ اگر دوزخ اور جنت نہ ہوں تو کیا خدا اس لائق نہیں کہ اس کی پرستش کی جائے۔

☆ اگر تم دُنیا سے فارغ ہو تو دُنیا کی بھلائی برائی کی تمہیں پروا نہیں ہو سکتی۔

☆ اے نفس! تو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویدار ہے اور اس کی نافرمانی بھی کرتا ہے۔ اگر تو محبت میں صادق ہے تو اپنے ربّ کی اطاعت بھی کر۔ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اطاعت ضرور کرتا ہے۔

☆ محبت ازلی اور ابدی ہے۔

☆ دِل کو قابو میں رکھنا اور اختیار ہونا پر ناجائز خواہشوں کو روکنا مردانگی ہے۔

باب ۱۸

اللہ تعالیٰ کی قربت

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز حصول قربِ الٰہی کے بیان میں فرماتے ہیں اور یہ وہی مسلک ہے، وہ طریق ہے اور وہی انداز عشقِ الٰہی ہے جس کی بنا حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے رکھی تھی۔ حضرت بندہ نواز گیسو دراز کا ارشاد ہے۔

''اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے، سب خرافات ہے! لہو ولعب ہی نہیں بلکہ ممنوع ہے۔ کیا بو شے خدائے عزوجل سے دور رکھے، وہ ممنوع نہیں کہی جائے گی۔ خبردار! ایسی باتوں میں مت پڑنا کہیں آبِ رواں پر کوئی نقش بنایا جا سکتا ہے۔ شور والی زمین میں کھیتی کرنے سے کچھ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے......؟''

''اندھیرے راستے میں آفتاب عالم تاب کا اِنتظار مت کرو۔ سب کو دِل سے دور رکھو۔ خدا کو اس میں جگہ دو۔ اِدھر اُدھر دِل نہ اٹکاؤ۔ دُنیا میں ایسا انہماک نہ ہو کہ بندہ خدا کو بھول جائے اور اس کی یاد میں غفلت کرے۔ استغفر اللہ۔''

اس تعلیم وتعلم کی ابتداء حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے ہی کی تھی۔ ہوا یوں کہ جب اپنے دُنیاوی آقا سے آزاد ہوئیں تو شہر سے باہر دریا کے کنارے پر انہوں نے ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں بسیرا کیا اور دِن رات یادِ خدا میں مستغرق رہنے لگیں۔

پہروں گزر جاتے نہ وہ سوتیں، نہ کچھ کھاتیں۔ دِن پہ دِن اور برس پہ برس گزرتے گئے۔ ایک بار ایک شخص نے ان کے ایسے استغراق کو دیکھ کر سوال کیا:

''اللہ جل شانہ غفور الرحیم ہے۔ اس نے انسان کو اس قدر دُکھ، تکلیف اٹھانے کو نہیں کہا۔ جیسا کہ خداوند قدوس قرآنِ مجید کو سورۃ البقرہ میں فرماتا ہے کہ وہ کسی اِنسان کو اس طاقت سے زیادہ بار نہیں فرماتے''۔

''بے شک یہ صحیح ہے اور مجھے اس سے تعرض بھی نہیں۔ مگر کیا تمہیں معلوم ہے کہ میدان حشر میں جب مجمع انبیاء علیہم السلام ہوگا تو ان کے رو برو سب اُمت کے اعمال نامے کھولے جائیں گے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ جب میرا نامہ اعمال کھلے تو اس میں بہت زیادہ نیک اعمال ہوں تاکہ سردار انبیاء علیہم السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فخر ہو کہ اللہ اکبر...... جب اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ادنیٰ کنیز اس درجہ نیک اعمال رکھتی ہے تو پھر اس اُمت کے احرار و ابرار اور علماء و صوفیاء کے اعمال کا کیا حال ہوگا اور وہ کس درجہ کے ہوں گے؟

باب ۱۹

چند مزید کرامات

ایک عجیب و غریب روایت یہ بھی ہے کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو نوجوانی کے عالم میں ایک شخص نے کسی رنڈی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ آپ بہت خوبصورت تھیں۔ اس لیے رنڈی نے آپ کو عمدہ لباس اور زیور پہنا کر بالا خانہ پر بٹھا دیا۔ آپ کا حسن و جمال دیکھ کر اوباش لوگ متوجہ ہونا شروع ہوئے اور رات کے وقت جو بھی شخص رنڈی کی اجازت سے بالا خانہ پر جاتا تو آپ اس سے کہتیں کہ پہلے وضو کرو اور پھر دو رکعت نفل نماز پڑھ لو۔ چنانچہ وہ شخص وضو کر کے نفل نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جاتا تو آپ اس پر اپنی باطنی توجہ مبذول فرماتیں تو وہ خوفِ الٰہی سے کانپ اُٹھتا اور آپ کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کر کے چلا جاتا۔ تقریباً ایک برس تک اسی طرح ہوتا تھا۔ اس طرح سینکڑوں کی تعداد میں اوباش قسم کے لوگ تائب ہو کر نیکی کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ ایک رنڈی نے خیال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ ایک مرتبہ جو شخص ادھر آتا ہے۔ وہ دوبارہ لوٹ کر ادھر کا رُخ نہیں کرتا حالانکہ اس کی خوبصورتی میں کمی نہیں ہے۔ ایک رات اس نے چھپ کر دیکھا کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ جب اس پر انکشاف ہوا تو وہ اللہ کے خوف سے کانپ اٹھی۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے قدموں میں گر پڑی اور کہا: ''خطا معاف کر دو'' آپ کی شان و مرتبہ کا مجھے علم نہ تھا۔ میں آپ کے مقام و مرتبہ کو نہیں جانتی تھی۔ میں آپ کو ابھی اور اسی وقت آزاد کرتی

ہوں۔ آپ نے فرمایا: اری بے وقوف! تو نے مجھے آزاد کیا کیا' اس جاری شدہ فیض کو یہاں سے بند کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی ایک اور کنیز کا واقعہ ایک بزرگ کچھ یوں فرماتے ہیں: میں مکہ سے عرفات کو جا رہا تھا مجھ سے ایک لڑکی نے ملاقات کی جو اونی ٹاٹ پہنے اور اونی چادر اوڑھے ہوئے تھی اس کے ہاتھ میں ایک جانماز اور ایک عصا تھا' اس کے چہرے پر طاعت وعبادت کا نور تھا' وہ بہت تیز چال چل رہی تھی اور اللہ اللہ کہتی جاتی تھی۔ میں نے جی میں کہا کہ یہ لڑکی ولایت کی دعویدار معلوم ہوتی ہے اپنے اللہ والی ہونے کا اظہار کر رہی ہے۔ اس نے کہا: **ویعلم ما تبلون و ما تکتمون** یعنی جو بات تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ سب کو جانتے ہیں۔

میں نے کہا: اے لڑکی! میں بالکل تیرے ساتھ مشغول ہوں اس نے کہا: میں بھی تمہارے لیے حاضر ہوں لیکن میرے پیچھے مجھ سے زیادہ حسین عورت آ رہی ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ اس نے فوراً چلا کر کہا: اے مدعی اے کذاب! احباب کا احباب کے ساتھ ایسا فعل تو نہیں ہوتا' پہلے تو تو نے خدام ربّ الارباب سے بدگمانی کی۔ اگر تو اس کے پاس سچ مچ آتا اور اسے اچھی طرح پہچان لیتا تو وہ تجھے اپنے دروازہ پر کھڑا کرتا۔ ہم نے جب تجھے دور سے دیکھا تو ہم نے سمجھا کہ عابد ہو جب قریب ہوئے تو ہم نے جانا کہ تم عارف ہو جب ہم سے بات چیت کی تو ہم نے جانا کہ تم عاشق مزاج ہو۔ اگر اسی کی عبادت کرنے والا ہوتا تو اسے چھوڑ کر ہماری طرف رجوع نہ کرتا۔ اگر تو ہم پر عاشق ہوتا تو ہمیں چھوڑ کر غیر کی طرف رخ نہ کرتا۔ پھر جلدی سے میرے پاس سے بھاگی اور کہتی جاتی تھی کہ اللہ کے ساتھ سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہو گئی (یہ حکایت امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بحر الدموع میں ذکر کی ہے)

روایت بیان کی گئی ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں بازار میں گیا میرے

ساتھ ایک حبشی لونڈی تھی میں نے اسے بازار میں ایک جگہ بٹھایا اور کہا کہ میرے آنے تک یہیں رہنا۔ وہ وہاں سے چلی گئی۔ میں جب لوٹ کر آیا تو اسے نہ پایا۔ میں اس پر بہت غصہ ہو کر گھر آ گیا۔ وہ لونڈی میرے پاس آئی اور کہا اے آقا! تم مجھ پر جلدی نہ کرو تم نے مجھے ایسی قوم کے پاس بٹھایا جو اللہ کا ذکر نہیں کرتے تھے مجھے ڈر لگا کہ کہیں وہ اللہ کے عذاب سے زمین میں نہ دھنس جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ دھنس جاؤں۔ میں نے کہا: اس اُمت سے ان کے نبی کی برکت سے خسف (دھنسنا) اُٹھ گیا ہے اس نے کہا: اگرچہ خسف مکانی جاتا رہا ہے لیکن خسف قلوب باقی ہے۔ اے وہ شخص! جب کا قلب اور معرفت کا خسف ہو گیا ہے اور وہ ابھی تک اپنی بلا اور کرب سے غافل ہے جلد دوا اور پرہیز میں مشغول ہو جا اور اپنی موت اور فنا سے پہلے اپنا تدارک کر۔ پھر چند اشعار پڑھے:

همـوا بـنـا نـذری الـدموع تـاسـفـا
بـلاء الـمـعـاصـی فـوق کـل بـلاء
لـعـل الهـی ان یـمـن بـجـمـعـنـا
فـقـد حـال فـی سـجـن الفـراق عنائی
فـیـا مهـجـتـی لا تـتـرك الـخـزن ساعة
ویـامـقـلـتـی هـذا اوان بـکـائـی

ترجمہ: (۱) ہمارے پاس آ جاؤ تاکہ افسوس کے ساتھ آنسو بہائیں۔ گناہ کی مصیبت ہر مصیبت سے بڑی ہے۔

۲- شاید کہ حق تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے جمع کرے کیونکہ میں جدائی کی قید میں مدت دراز سے غمگین ہوں۔

۳- اے میری جان ایک لحظہ بھی غم مت چھوڑ اور اے میری آنکھ یہی رونے کا وقت ہے رو لے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں بصرہ میں ذکوانِ نامی سردار تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی تو بصرہ کے سب لوگ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ جب لوگ ان کے دفن سے فارغ ہو کر لوٹے تو میں ایک قبر کے پاس سو گیا۔ ناگاہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور پکارا اے قبروں والو! اٹھو اپنا اجر لے لو۔ چنانچہ قبریں پھٹ گئیں اور سب کے سب قبروں والے نکل کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر تک سب غائب رہے۔ پھر جب واپس آئے تو ذکوان بھی ان کے ہمراہ تھے اور ان پر دو حلے زرِ سرخ کے جواہر اور موتی سے جڑے ہوئے تھے اور ان کے آگے آگے چند غلام تھے جو انہیں قبر تک پہنچا رہے تھے اور ایک آواز دیتا تھا کہ یہ بندہ اہلِ تقویٰ میں سے تھا۔ ایک نگاہ کی وجہ سے اس پر تکلفی اور امتحان نازل ہوا۔ اس کے متعلق حکم الٰہی کی تعمیل کرو۔ چنانچہ وہ جہنم کے قریب ہوا اور اس میں اُسے ایک زبان یا ایک اژدھا نکلا اور اس کے منہ پر کاٹ لیا اور وہ جگہ سیاہ ہو گئی۔ آواز آئی کہ اے ذکوان! تیرا کوئی کام تیرے مولیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ اس نگاہ کا بدلہ ہے اگر اور زیادہ کرتا تو ہم بھی اور زیادہ کرتے۔ اس حالت میں ایک شخص قبر سے سر نکالے دکھائی دیا اور اس نے ان لوگوں سے چلا کر کہا تمہارا کیا ارادہ ہے۔ واللہ مجھے مرے ہوئے نوے سال ہوئے۔ اب تک موت کی تلخی میرے حلق سے نہیں گئی۔ اللہ سے دُعا کرو کہ میں جیسا تھا مجھے ویسا ہی کر دے۔ اس کی آنکھوں کے درمیان سجدے کا اثر تھا بعضوں کے اشعار ہیں:

ترجمہ:- کیا تو نہیں جانتا کہ تیرا دِن قریب آ گیا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ تیری عمر ختم ہو جائے گی۔

۲- تو کس بات پر ہنستا ہے تیری موت تو قریب آ گئی ہے اور کس بھروسہ پر سوتا ہے تیری خوابگاہ قبر ہے۔

☆☆☆☆☆

ایک بزرگ فرماتے ہیں میرے دِل میں آیا کہ میں حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ

علیہ سے ملوں اور دیکھوں کہ وہ اپنے دعوے میں سچی ہیں یا جھوٹی۔ میں اس خیال میں تھا کہ ناگاہ بہت سے فقراء جن کے چہرے چاندی کی طرح چمکتے تھے سامنے آئے ان سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ انہوں نے مجھے سلام کیا اور میں نے انہیں سلام کیا میں نے پوچھا تم کہاں سے آرہے ہو؟ انہوں نے کہا جناب- ہمارا عجیب قصہ ہے۔ میں نے کہا: وہ کیا ہے کہا ہم لوگ مال دار تاجروں کی اولاد ہیں۔ ہم مصر میں حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھے میں نے کہا: تم ان کے پاس کیونکر پہنچے۔ کہنے لگے کہ ہم اپنے شہر میں کھانے پینے میں مشغول تھے۔ ہم نے رابعہ عدویہ کی خوبصورتی اور خوش آوازی کا ذکر سنا تھا تو ہم نے کہا: ضرور ان کے پاس جا کر ان کا گانا سننا چاہیے اور ان کی خوبصورت دیکھنی چاہیے چنانچہ ہم اپنے شہر سے نکل کر ان کے شہر میں پہنچے۔ لوگوں نے ہمیں ان کا گھر بتایا اور کہا اس نے گانے وغیرہ سے توبہ کر لی ہے۔ ہم میں سے ایک نے کہا: اگر چہ ہم اس کے گانے سننے اور خوش آوازی سے محروم ہو گئے مگر کسی طرح اس کی صورت اور حسن تو دیکھ ہی لینا چاہیے' چنانچہ ہم نے اپنی شکل تبدیل کی اور اپنا لباس بدل کر فقیرانہ لباس پہنا اور ان کے دروازے پر جا کر دستک دی وہ فوراً نکلیں اور ہمارے پاؤں میں لوٹنے لگیں اور کہنے لگیں کہ تم نے مجھے اپنی زبان سے سعادت مند بنا دیا۔ ہم نے کہا: کیا سعادت ہوئی۔ فرمایا: ہمارے یہاں ایک عورت چالیس سال سے اندھی تھی جب تم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کہا: اے اللہ! اے میرے مالک اس قوم کے طفیل سے جو دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں میری آنکھیں پھیر دے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں پھیر دیں۔

اس وقت ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہا دیکھتے ہی اللہ کے احسان کو اس نے کس طرح سے ہماری پردہ پوشی فرمائی ہے اور وہ شخص جس نے لباس تبدیل کرنے کی رائے دی تھی کہنے لگا کہ میں تو یہ لباس نہیں اُتاروں گا اور حضرت رابعہ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔ ہم نے بھی کہا کہ جب ہم نے گناہ میں تیری موافق کی تھی تو اب توبہ اور

اطاعت میں بھی تیری موافقت کریں گے۔ ہم سب نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنا سارا مال چھوڑ کر جیسا کہ تم دیکھتے ہو فقیر بن گئے۔ حضرت بشیر ابن حارث فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرمایا: اے بشیر! تم جانتے ہو تمہیں اللہ نے اپنے ہم عصروں پر برتری کیوں عطا فرمائی۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ مجھے معلوم نہیں۔ فرمایا تم کو میری سنت کی اتباع اور صالحین کی خدمت اور بھلائیوں کی نصیحت اور میرے اصحاب و اہل بیت کی محبت نے ابرار کے مرتبہ پر پہنچایا۔

حضرت سہیل بن ابی عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں کوہ قاف پر چڑھا تو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پڑی دیکھی حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کوہ قاف پر پہنچے تھے۔ فرمایا کوہ قاف تو بہت قریب ہے البتہ جبل کاف جبل صاد جبل عین یہ وہ جبال ہیں جو زمین کو گھیرے ہوئے ہیں اور ہر زمین کو ایک ایک پہاڑ گھیرے ہوئے ہے اور کوہ قاف اس زمین کو بمنزلہ دیوار کے گھیرے ہوئے ہے اور یہ زمین سب سے چھوٹی ہے اور کوہ قاف سب سے چھوٹا پہاڑ ہے اور یہ سبز زمرد کا پہاڑ ہے کہتے ہیں کہ آسمان کی سبزی اس کے عکس کی وجہ سے ہے او روایت ہے کہ ساری زمین اولیاء اللہ کے واسطے ایک قدم ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں طواف کر رہا تھا کہ اچانک ایک نور چمکا اور آسمان تک جا پہنچا اس سے میں حیران ہوا اور طواف کر کے کعبہ سے تکیہ لگائے بیٹھا رہا اور اس نور میں سوچتا اور غور کرتا رہا تو میں نے ایک خوب صورت غمگین آواز سنی میں آواز کے پیچھے گیا تو میں نے ایک لڑکی کو دیکھا جو کعبہ کے پردہ سے لٹکی ہوئی تھی اور یہ اشعار پڑھ رہی تھی:

ترجمہ: اے میرے حبیب تو خوب جانتا ہے کہ میرا حبیب کون ہے۔

جسم کی لاری اور آنسو دونوں میرا راز ظاہر کرتے ہیں۔ میں نے محبت کو چھپایا۔ حتیٰ کہ پوشیدگی کی وجہ سے میرا سینہ تنگ ہو گیا۔

اس کی باتیں سن کر میں بھی رونے لگا۔

پھر اس نے کہا: اے الٰہی میرے مولا! تیری اس محبت کے صدقے جو تجھے مجھ سے ہے مجھے بخش دے۔

میں نے کہا: اے لڑکی! کیا یہ کافی نہ تھا کہ تم یہ کہتیں کہ میری اس محبت کے طفیل جو مجھے تیرے ساتھ ہے اور تم کہتی ہو کہ تیری محبت کے صدقہ جو مجھ پر ہے، تمہیں کہاں سے معلوم ہوا کہ اس کو تمہارے ساتھ محبت ہے؟ کہا اے ذوالنون! میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور اللہ کی محبت ان کے ساتھ ان کی محبت سے پہلی ہوتی ہے۔ کیا تمہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان یاد نہیں ہے۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ

یعنی اللہ تعالیٰ عنقریب ایک ایسی قوم لائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ محبت کریں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔

میں نے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ کہ میں ذوالنون ہوں کہا اے بیہودہ! جب دِل نے میدان اسرار میں جولانی کی تو میں نے تجھے اللہ کی معرفت سے پہچان لیا۔

میں نے کہا میں تم کو ضعیف البدن اور لاغر جسم دیکھتا ہوں تمہیں کچھ مرض تو نہیں۔ اس نے چند شعر پڑھے:

محب اللہ فی الدنیا علیل
تطاول سقمہ فدواہ داء
کذا من کان للباری محبا
یھیم بذکرہ حتی یراہ

ترجمہ: اللہ کا دوست دُنیا میں بیمار ہی رہتا ہے، اس کی بیماری بڑھتی جاتی

ہے اور دوا بھی بیماری ہو جاتی ہے۔

اسی طرح جو اللہ کا محب ہوتا ہے وہ اللہ کے ذکر میں سرگردان رہتا ہے یہاں تک کہ اسے دیکھ لے۔

پھر کہا اپنے پیچھے دیکھ کون ہے؟ میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ پھر میں نے اس کی طرف نظر پھیری تو اسے بھی نہ دیکھا کہ وہ کہاں گئی اور میں ہر وقت اس کے وسیلہ سے دُعا کرتا ہوں تو اس کی برکت سے قبولیت اور اجابت نظر آتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

بنی اسرائیل میں ایک عورت بادشاہ کی بیٹی تھی اور بڑی عبادت گزار تھی۔ ایک شہزادہ نے اس سے منگنی کی درخواست کی۔ اس سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی ایک لونڈی سے کہا کہ میرے لیے ایک عابد زاہد نیک آدمی تلاش کر جو فقیر ہو۔ وہ لونڈی گئی اور ایک فقیر عابد زاہد ملا اسے لے آئی۔ اس سے پوچھا کہ اگر تم مجھ سے نکاح کرنا چاہو تو میں تمہارے ساتھ قاضی کے یہاں چلوں تاکہ وہ ہمارا نکاح کر دے۔ اس فقیر نے منظور کر لیا۔ لہٰذا نکاح ہو گیا۔ پھر اس سے کہا مجھے اپنے گھر لے چل۔ اس نے کہا واللہ اس کمبل کے سوا کوئی چیز میری ملکیت میں نہیں اسی کو رات کے وقت اوڑھتا ہوں اور دن میں پہنتا ہوں۔ اس نے کہا: میں اس حالت پر تیرے ساتھ راضی ہوں۔ چنانچہ وہ فقیر اس کو اپنے گھر لے گیا۔ وہ دن بھر محنت کرتا تھا اور رات کو اتنا پیدا کر لاتا تھا جس سے افطار ہو جائے۔ وہ دن کو نہیں کھاتی تھیں بلکہ روزہ رکھتی تھیں جب ان کے پاس کچھ کوئی چیز لاتے تو افطار کرتی تھیں اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتی تھیں۔ اور کہتی تھیں اب میں عبادت کے واسطے فارغ ہوئی۔ ایک دن فقیر کو کوئی چیز نہ ملی جو ان کے واسطے لے جاتے۔ یہ امر ان پر شاق گزرا اور بہت گھبرائے اور جی میں کہنے لگے کہ میری بیوی روزہ دار گھر میں بیٹھی انتظار کر رہی ہے کہ میں کچھ لے جاؤں گا جس سے وہ افطار

کرے گی۔ یہ سوچ کر وضو کیا اور نماز پڑھ کے دُعا مانگی اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں دُنیا کے واسطے کچھ طلب نہیں کرتا صرف اپنی نیک بیوی کی رضا مندی کے واسطے مانگتا ہوں اے اللہ! تو مجھے اپنے پاس سے رزق عطا فرما تو ہی سب سے اچھا رزاق ہے۔ اسی وقت آسمان سے ایک موتی گر پڑا۔ اسے لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا جب انہوں نے اسے دیکھا تو ڈر گئیں اور کہا یہ موتی تم کہاں سے لائے ہو اس جیسا تو میں نے کبھی اپنے گھرانے میں بھی نہیں دیکھا۔ کہا آج میں نے رزق کے لیے محنت کی بہت کوشش کی لیکن کہیں سے نہ ملا تو میں نے کہا میری بیوی گھر میں بیٹھی انتظار کر رہی ہے کہ میں کچھ لے جاؤں جس سے وہ افطار کرے اور وہ شہزادی ہے میں اس کے پاس خالی ہاتھ نہیں جا سکتا میں نے اللہ سے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ موتی عطا فرمایا اور آسمان سے نازل کیا۔ کہا اس جگہ جاؤ جہاں تم نے اللہ سے دُعا کی تھی اور اس سے گریہ وزاری سے دُعا کرو اور کہو کے اے اللہ میرے مالک اے میرے مولا اگر یہ شے تو نے دُنیا میں ہماری روزی بنا کر اتاری ہے تو اس میں ہمیں برکت دے اور اگر ہماری آخرت کے ذخیرہ سے عطا فرمائی ہے تو اسے اٹھا لے اس شخص نے ایسا ہی کیا تو موتی اٹھا لیا گیا فقیر نے واپس آ کر اسے اٹھا لیے جانے کا قصہ بیان کیا تو کہا شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں وہ ذخیرہ دیکھا دیا جو ہمارے واسطے آخرت میں جمع کیا گیا ہے۔ پھر کہا میں اس دُنیائے فانی کی کسی شے پر قادر ہونے سے پرواہ نہیں کرتی اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگی۔

ہماری چند دیگر مطبوعات
سنی تحفہ خواتین
خزینۂ مبلغات
ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور Ph: 37352022